مکمل

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

جنوری ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر
مرزا محمد الدین ناز

جماعتِ احمدیہ کو یہ بھی جہاد کرنا چاہیئے کہ پاکستان میں حُبّ الوطنی کے احساس کو نمایاں کریں اور بیدار کریں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸؍ نومبر ۱۹۸۶ء بمقام لندن)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور انور نے اس آیتِ قرآنی کی تلاوت فرمائی:-

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

فرمایا کہ یہ آیت دین اور جبر کے تعلق پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس آیت سے بعض لوگ دین میں جبر کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں خواہ وہ محدود رنگ میں ہی کیوں نہ ہو اور اسی آیت سے بعض لوگ دین میں جبر کی ممانعت کا ثبوت بھی فراہم کرتے ہیں۔ جماعتِ احمدیہ اس آیت کو اس کے وسیع ترین معنوں میں کلیّۃً تسلیم کرتی ہے اور جتنی وسعت اور گہرائی سے جماعتِ احمدیہ اس آیت کے مضمون سے آگاہ ہے اس کا کوئی تصوّر جماعتِ احمدیہ سے باہر نظر نہیں آتا۔

فرمایا: غیراز جماعت علماء کی بحثیں اس دائرے میں محدود ہیں کہ دین میں جبر کی اجازت ہے یا نہیں۔ لیکن امرِ واقعہ یہ ہے کہ یہ آیت وسیع تر مضامین سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس کا دوسرا پہلو جس کا ذکر جماعتِ احمدیہ کے لٹریچر سے باہر نہیں ملتا وہ یہ ہے کہ جبر کو یہ طاقت ہی نہیں کہ وہ کسی قسم کا دین بھی دُنیا میں نافذ کر سکے۔

فرمایا: اس کا یہ معنیٰ کہ دین میں جبر کے استعمال کی اجازت نہیں درست ہے لیکن یہ ساری سچائی نہیں۔ یہ آیت اس مضمون کو آگے بڑھاتی ہے اور یہ اعلان کرتی ہے کہ دین میں کسی قسم کا جبر ممکن ہی نہیں ہے۔ جبر کر کے دیکھ لو تم یقیناً ناکام ہو جاؤ گے۔ اور کبھی بھی جبر کے ذریعہ دُنیا کے دین تبدیل نہیں کئے جاسکتے۔

فرمایا: اس آیت کے مزید دو پہلو ہیں کہ دین کو جبر کے ذریعہ نافذ کرنا اور دوسرے زبردستی کسی سے دین چھیننا۔ فرمایا: مسلمان علماء کی بھاری اکثریت پہلے حصہ پر بحث کرتی ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو جو آیتِ کریمہ کی رُو سے زیادہ اہم ہے کہ زبردستی کسی سے اُس کا دین چھینا نہیں جاسکتا اس کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ اس آیت کا رُخ اس طرف زیادہ نہیں کہ غیر قوموں کو زبردستی اسلام

نہ سکھاؤ بلکہ زیادہ اس طرف ہے کہ تم سے زبردستی اسلام چھیننے کی کوشش کی جائے گی اور دشمن ناکام رہے گا کیونکہ وہ لوگ جو رُشد و ہدایت کو رُشد و ہدایت سمجھ کر پا گئے ہیں ان کا ہاتھ سچائی کے مضبوط کڑے پر پڑ چکا ہے جس کو کاٹ کر الگ کیا جا ہی نہیں سکتا۔ ساری انسانی تاریخ قرآن کی اس آیت کی سچائی کی گواہ بن کر کھڑی نظر آتی ہے اور حالاتِ حاضرہ پر جب اس کو منطبق کر کے دیکھنا چاہتے ہیں تو انسان کی عصرِ حاضر کی تاریخ بھی بلا استثناء اس آیت کے حق میں گواہی دیتی ہوئی نظر آتی ہے۔

حضورِ انور نے بتایا کہ پاکستان میں دونوں طریق سے کوشش کی جا رہی ہے کہ بعض لوگوں پر زبردستی دین نافذ کیا جا رہا ہے اور فوجی اقتدار اور جبر کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ ملک کے ایک حصّے کو زبردستی اسلام پر عمل کروایا جائے اور دوسرے حصّے سے زبردستی اسلام کو چھینا جائے۔

فرمایا: چودہ صدیوں میں نفاذِ اسلام کا یہ طریق ایک موقع پر بھی دکھائی نہیں دے گا کہ بیک وقت دو ارادے لے کر کوئی قوم اُٹھی ہو کہ بعض کو زبردستی اسلام پر عمل پیرا کیا جائے اور بعض سے اسلام چھینا جائے۔

گو بعض مسلمان بادشاہوں کے دَور میں زبردستی عمل کروانے کی جھلکیاں بھی نظر آتی ہیں لیکن زبردستی اسلام پر عمل کرنے سے روکنے کی جھلکی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دَور کے کہیں دکھائی نہیں دے گی جب کہ دشمنِ اسلام اس پر عمل کرنے سے روک رہے تھے اور اسلام کے حامی اس راہ میں قربانیاں دے رہے تھے۔ اُس دن کے بعد آج دُنیا نے یہ دَور دوبارہ دیکھا ہے۔

فرمایا: دونوں صورتوں میں یہ منصوبہ کلیتہً ناکام، نہایت ذلیل اور خائب و خاسر ہو چکا ہے۔ اِس آیت میں اتنی قوت، اتنی حشمت اور شوکت اور ایسی عظمت ہے کہ کوئی قوم ہمالہ سے ٹکرا کر تو بچ سکتی ہے مگر اِس آیت سے ٹکرا کر نہیں بچ سکتی۔ ہر طاقت جو اِس آیتِ کریمہ سے ٹکر لے گی وہ لازماً چکنا چُور ہو جائے گی۔ یہ ایک ایسی ابدی سچائی ہے جو دُنیا کے ہر حصّے میں اپنا عمل دکھا رہی ہے اور اسکے عمل کو دُنیا کی طاقت روک نہیں سکتی۔

حضورِ انور نے دونوں پہلوؤں پر مثالیں دیتے ہوئے تفصیل سے بتایا کہ یہ لوگ کس طرح اپنے دونوں منصوبوں میں بُری طرح ناکام ہوئے ہیں۔ انہوں نے زبردستی نمازیں پڑھانے کی کوشش کی لیکن ہر طریق سے ناکامی ہوئی اور سارا نظام کلیتہً مفقود اور نابود ہو گیا۔ دوسری طرف انہوں نے احمدیوں کو زبردستی نمازوں سے روکنے کی کوشش کی لیکن وہ نمازوں میں اَور زیادہ مضبوط ہو گئے اور نماز کے مزاج کے لحاظ سے بھی اور روحانیت کی شیرینی کے لحاظ سے بھی ان کی نمازوں

میں اضافہ ہؤا۔

فرمایا: اپنی مساجد کو آباد کرنا اور احمدیوں کی بیوت الصلوٰۃ کو ویران کرنا اور احمدیوں کے دلوں سے کلمۂ توحید نوچ لینا، یہ دوسرا پہلو تھا جس میں ان کو بُری طرح ناکامی ہوئی ہے۔ فرمایا: مساجد آباد کرنا تو الگ رہا پاکستان کے پڑھے لکھے لوگ کلمۂ طیبہ سے خوف کھانے لگے ہیں اور جب اُن کو کلمہ سینے پر لگانے کے لئے احمدیوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے تو کانوں کو ہاتھ لگاتے ہیں۔ اس کے برعکس جن سے کلمہ چھیننا چاہتے تھے وہ کلمہ سے محبت تو پہلے ہی رکھتے تھے لیکن یہ محبت اَور اُبھر آئی اور کلمہ کا عشق سینوں میں جوش مارنے لگا۔ یہ آنکھوں سے برسا اور خون بن کر اُن کے زخموں سے نکلا۔ جس چیز کو دبانے کی کوشش کی گئی تھی وہ پوری قوّت کے ساتھ اَور زیادہ اُبھر آئی حکومت احمدیوں سے کلمہ چھیننے میں بُری طرح ناکام ہوئی۔

اِس ضمن میں حضور نے بعض احمدیوں کے کلمہ سے محبّت کے واقعات بڑی تفصیل سے بیان فرمائے۔ ایک محبّت کے جُرم میں کس طرح شدید اذیتیں دی گئیں لیکن اُن سے حکومت کلمہ کو جُدا نہ کرسکی۔

فرمایا: اسلام کی اَور بھی مثبت کوششیں مسلمانوں میں جاری کرنے کا حکومت نے دعویٰ کیا۔ اسکے برعکس احمدیوں کو ہر قرآنی حکم سے روکنے کی تاکید کی گئی اور متنبّہ کیا گیا کہ اگر تم قرآنی سچائیوں پر عمل کروگے تو ہم بزورِ شمشیر تمہیں باز رکھیں گے۔

اس کی صورت یہ بنتی ہے کہ احمدیوں کو زبردستی جھوٹا بنانے کی کوشش کی گئی اور دوسروں میں سچائی نافذ کرنے کی کوشش کی گئی۔ فرمایا: جب مَیں نے یہ کہا کہ احمدیوں کو جھوٹا بنانے کی کوشش کی گئی تو یہ محاورہ نہیں ہے بلکہ امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہر احمدی جو خدا تعالیٰ کی توحید کا قائل ہے اسلام کو سچا دین تسلیم کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے رسول ہونے پر دل کی گہرائیوں سے کامل ایمان رکھتا ہے، اس سے زبردستی یہ کہلوانا کہ اسلام جھوٹا مذہب ہے میرا اِس جھوٹے مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور خدا ایک نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سچے نہیں ہیں، یہ زبردستی جھوٹ بلوانا نہیں تو اَور کیا ہے؟ اور جھوٹ بھی ایسا کہ جس سے زیادہ لعنتی جھوٹ متصوّر نہیں ہوسکتا۔

فرمایا: اِس پہلو سے بھی ناکامی ہوئی کہ حکومت کے کارندوں نے بھی اِس کا اقرار کیا ہے کہ احمدیوں سے سچ نہیں چھین سکے اور دوسروں میں سچائی نافذ نہیں کرسکے۔ امن و امان قائم کرنے کا دعویٰ کیا گیا لیکن اس میں بھی بُری طرح ناکامی ہوئی اور کسی حکومت کے سارے دَور میں اتنے ڈاکے نہیں پڑے جتنے ایک ہفتہ میں آجکل پڑ رہے ہیں۔ کلیتہً امن اُٹھ چکا ہے۔ اغواء کے بھیانک واقعات

روزمرّہ کی بات ہو چکی ہے اور انسانی شرافت اور قدریں اُٹھ چکی ہیں اور ہر طرف بدامنی بڑھتی جا رہی ہے۔

فرمایا: جس چیز کو مثبت سمجھ کر انہوں نے زبردستی نافذ کرنے کی کوشش کی اس میں بھی کلیتہً ناکام ہیں اور جس چیز کو منفی پہلو سے انہوں نے اسلام کے نام پر جبراً نافذ کرنے کی کوشش کی اس میں بھی کلیتہً ناکام ہو گئے۔ خدا کے فضل سے احمدیوں کی نیکی اور تقویٰ پر قدم مارنے کے معیار بلند ہوئے ہیں۔

حضور نے مولانا مودودی کا ایک تجزیہ جو انہوں نے صوبہ سرحد میں زبردستی اسلام نافذ کرنے والوں کی ناکامی کے متعلق بیان کیا ہے اس کو حضور نے تفصیل سے بیان کیا اور فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل شہید اور مولانا احمد رضا خاں بریلوی جیسے متقی اور پرہیزگار لوگ، جن کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی آج کے حکمران نہیں ہیں یہ کیسے زبردستی اسلام نافذ کر سکتے ہیں۔

آخر میں حضور نے جماعتِ احمدیہ کو عوام الناس میں حُبّ الوطنی پیدا کرنے کے لئے حتّی المقدور کوشش کرنے کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ تو اس ملک کو مٹانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں آپ اس راہ میں روک بن جائیں اور حُبّ الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں کہ ان لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجہ میں اپنے پاؤں پر کیوں کلہاڑی مارتے ہو۔ حُبّ الوطنی کو زخمی نہ ہونے دو۔ اِس لئے جماعتِ احمدیہ کو یہ بھی جہاد کرنا چاہیئے کہ پاکستان میں حُبّ الوطنی کے احساس کو نمایاں کریں اور بیدار کریں اور زخمی نہ ہونے دیں اور ان کو کہیں کہ صوبوں کی بحث میں نہ پڑیں اور جو زخمی ہو چکا ہے اس کو مندمل کریں اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعتِ احمدیہ کا کام ہے۔

فرمایا: اگر دعائیں اس کوشش کو تقویّت دیں تو پھر یقیناً انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو کامیابی نصیب ہو گی اور میں امید رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے کیونکہ آخر یہ اسلام کے نام پر لیا گیا تھا اور یہ ایک ہی ملک ہے جو اسلام کے نام پر لیا گیا تھا اِس لئے اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبّت ہے تو پھر ہر دُنیا کے احمدی کو کوشش کرنی چاہیئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا جائے۔

اپنی جان، مال، عزّت اور نفس کی قربانیاں دیتے ہوئے
اِس راہ میں آگے بڑھتے جائیں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ دسمبر ۱۹۸۶ء بمقام لندن)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی دعا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ۔

کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ موجودہ حالات کے پیشِ نظر جو دعائیں کی جا رہی ہیں ان میں اِس دعا کو بھی شامل کرنے کی طرف مَیں نے توجہ دلائی تھی اس لئے امید ہے کہ افرادِ جماعت کے سامنے یہ دعا رہتی ہوگی فرمایا: اِس دعا کا جہاد سے براہِ راست تعلق ہے اور خصوصیت سے دعوت اِلی اللہ کے جہاد کا ذکر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ہم تو لوگوں کو پاک کرنے کا عزم لے کر نکلے ہیں اور یہ ارادے لیکر نکلے ہیں کہ بدسوسائٹی کو گناہوں سے پاک کر دیں گے لیکن جب اپنے حال پر نظر کرتے ہیں تو ہم تو خود گنہگار ہیں اور ہم سے کئی غلطیاں ہوئی ہیں اس لئے تو ہمارے گناہ بخش دے تاکہ صاف تختی لے کر دُنیا کو نیکیوں کی طرف بلانے والے ہوں۔ ہم اِس لئے باہر نکل رہے ہیں کہ دُنیا کو نفس کی حق تلفیوں اور دوسری بنی نوع کی حق تلفیوں سے منع کریں لیکن بعید نہیں کہ ہم نے بھی کسی نوع کی حق تلفی کی ہو اِس لئے اے خدا ہمارے اسراف کو بھی معاف کر دے تاکہ صاف ضمیر اور صاف دل کے ساتھ ہم دعوت اِلی اللہ کا فریضہ ادا کر سکیں۔

حضور نے فرمایا کہ یہ دعا انکساری کا بھی عظیم سبق دیتی ہے۔ دعوت اِلی اللہ کرنے والے اِس زُعم سے نہیں جاتے کہ دُنیا بد ہے اور ہم پاک ہیں۔ وہ رعونت اور تکبّر کا شکار ہو کر باہر نہیں نکلتے بلکہ غرور اور تکبّر کے شکار لوگوں کو ان کے ظلموں سے باز رکھنے کے لئے باہر نکلتے ہیں۔ اِس دعا کے نتیجہ میں رعونت مٹ کر انکساری میں تبدیل ہو جاتی ہے اور ایک ایسی انکساری اور عاجزی سکھاتی ہے کہ نفس کا کچھ باقی نہیں رہتا بلکہ کلیّۃً معاملہ خدا کے سپرد ہو جاتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ ثباتِ قدم کا لفظ اِس دعا میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کا مضمون وسیع تر ہے۔ حضور نے لفظ ثبات کی لغوی تشریح بیان فرمائی اور اس کے مختلف معانی جن میں شجاعت، بہادری، استقرار اور بُرہانِ قاطعہ اور معرفتِ حق ہیں بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ بظاہر الگ الگ معانی ہیں لیکن ان کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے وہ شخص جو حق پر قائم ہو اور حق کا عرفان بھی رکھتا ہو اس کے لئے لازمی ہے کہ وہ بہادر بھی ہو لیکن دلیری سچائی اور اس کے عرفان کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور دلائل میں جب گفتگو ہو رہی ہو تو وہ شخص جس کے پاس حق ہو اور جو مضمون کا عرفان رکھتا ہو تو اس کی بات میں شوکت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کی بحث میں ایسی طاقت آ جاتی ہے کہ دلیر ہونا طبعی اور لازمی نتیجہ ہے اِس لئے مومن اپنی گفتگو میں کامل یقین رکھتا ہے اور اس کے ڈگمگانے کا

سوال ہی نہیں۔ ہمیشہ دلائل ہیں اور گفتگو میں وہ شخص ڈگمگاتا ہے جو خود ابہام کا شکار ہو جائے۔

فرمایا: پس جب اِس مضمون کو رُوحانی اور علمی، مذہبی اور دینی جہاد پر اطلاق کیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ اے خدا ہمیں ثباتِ قدم عطا فرما یعنی ہمیں وہ ساری صفات عطا کر جو دلیری پیدا کرتی ہیں جن کا اس مضمون سے تعلق ہے۔ اُن میں ایک بات یہ ہے کہ ہم ثقہ بات کرنے والے ہوں شک والی بات کرنے والے نہ ہوں۔ ہمیں گہرا علم عطا فرما اس علم کا عرفان عطا فرما۔ ہمیں ایسے دلائل نصیب فرما جو قاطع ہوں۔ جن کا دشمن کے پاس کوئی جواب نہ ہو اور ہمیں حق پر قائم رہنے کی توفیق بخش اور کبھی بھی ہم ناحق بات کرنے والے نہ ہوں۔

فرمایا: اس کے علاوہ ثبات میں مثبت کا معنیٰ بھی ہے جو منفی کے مدِمقابل ہے جس طرح جمع کے مدِمقابل تفریق ہے تو ثباتِ قدم میں ایک معنیٰ یہ ہے کہ ہمیں اس جہاد میں ہر منفی حرکت سے بچا۔ ہر ایسی حرکت سے بچا جو تیرے نزدیک غلط معنے رکھتی ہے اور تخریبی حیثیت رکھتی ہے اس کی بجائے ہمیں تعمیری کردار عطا کر۔ ہمارے دلائل تعمیری ہوں۔ یہ سارا مضمون ایک مومن کے طریقِ گفتگو کو ایک کافر کے طریقِ گفتگو سے اس طرح ممتاز کر دیتا ہے جیسے اندھیرے سے روشنی جدا ہو جائے اور اس مضمون میں داخل ہو کر ثباتِ قدم کے یہ معنے ہو جائیں گے کہ اے خدا ان صفات سے ہمارے قدم نہ اُکھڑنے دے۔ دشمن زور لگائے گا کہ ہمیں اپنے طریق پر کھینچ لائے۔ دشمن زور لگائے گا کہ ہم سے ہماری مثبت صفات چھین کر ہمیں بھی منفی طریق اختیار کرنے پر مجبور کر دے۔ جس قسم کا گند وہ بولے اسی قسم کا گند ہم سے بھی بلوانے لگے اور جس طرح کا جبر وہ دین میں کر رہا ہے اسی قسم کا جبر ہم سے استعمال کروانا چاہے۔ اس میدان میں ہمیں کھینچ لائے جس میں وہ غالب ہے اور ہم کمزور ہیں۔ جس میدان کے داؤ پیچ ہم جانتے ہی نہیں ہیں اِس لئے اے خدا ہمیں ثباتِ قدم عطا فرما۔ ہمیں ہرگز اس میدان میں جانے پر مجبور نہ ہونے دینا اور اگر ہمارا دل چاہے بھی اور دشمن کی عادات اختیار کرنے کے لئے دل بیقرار بھی ہو جائے اور دل ٹھنڈا نہ ہو جب تک اس طیش کا بدلہ نہ اُتار لیں جو دشمن نے ہمیں دلایا ہے تب بھی اے خدا ہمیں ثباتِ قدم عطا فرمانا۔ ہمیں ان صفاتِ حسنہ پر قائم رکھنا جو تیرے نزدیک اس جہاد میں مثبت اقدام ہیں۔ تعمیری اقدامات ہیں ان میں کوئی بھی تخریبی حرکت نہیں ہے۔

فرمایا: ایک مربّی جب اِس مضمون سے آگاہ ہو کر دعا کرتا ہے تو اس کی دعا بہت ہی وسعت اختیار کر جاتی ہے۔ مثبت قدم ہو ہی نہیں سکتا جب تک مزید زمین نہ جیتی جا رہی ہو۔ قدم آگے بڑھے گا تو وہ مثبت اقدام ہے پیچھے ہٹے گا تو وہ منفی اقدام ہے۔ تو یہ غلبے کی دعا بھی ہے کہ اے خدا ہمیں

پیش قدمی عطا فرمایہ بھی اس کے معنی ہیں۔ اِس پہلو سے جب ہم اِس مضمون کے سارے گوشوں پر نظر رکھ کر دعا کریں تو یہ نہ صرف نفع مند بن جائے گی بلکہ اس سے ہماری تربیت ہوگی۔ ہمیں وہ سارے اسلوب آ جائیں گے جو جہاد سے گہرا تعلق رکھتے ہیں جن کے بغیر جہاد حقیقی معنوں میں مومنانہ اور اسلامی ہو ہی نہیں سکتا۔

فرمایا: آج مَیں نے اِس مضمون کو خاص طور پر اِس لئے چُنا ہے کہ مَیں مختلف رنگ میں جماعت کو جہاد کی طرف بلا رہا ہوں اور بعض احباب کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ جہاد کا کیا مطلب ہے۔ ہر وہ کوشِش جو اللہ کی خاطر کی جائے اور ان صفاتِ حسنہ سے مزیّن ہو جن کا اِس آیت میں بیان ہے وہ جہاد ہے اور کوئی کوشِش بابرکت ہو ہی نہیں سکتی جو ان صفاتِ حسنہ سے مزیّن نہ ہو۔ اِس لئے جب مَیں کہتا ہوں کہ شُدھی کی تحریک کے خلاف ہندوستان میں جہاد کرو۔ سچائی کے حق میں جھوٹ کے خلاف جہاد کرو اور اس قسم کے مضامین میں لفظ جہاد بولتا ہوں تو وہ ساری اسلامی زندگی پر حاوی مضمون ہے اس کے سوا یہاں کوئی اَور لفظ پھبتا ہی نہیں۔

حضور نے فرمایا: ثباتِ قدم کا مضمون مثبت پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ میں پھیلا پڑا ہے اور منفی پہلو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے کردار میں پھیلا پڑا ہے اور قرآن کریم نے دونوں طرف واضح طور پر انگلی اٹھا کر ان دونوں کیفیتوں کو دکھایا ہے کہ حق کے مخالف یہ طریق اختیار کرتے ہیں اور حق کی تائید کرنے والے یہ طریق اختیار کیا کرتے ہیں۔ اِس ضمن میں حضور نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت سے مستنبط آزادیٔ ضمیر کے جہاد کا ذکر فرمایا جو تمام بنی نوع انسان کی خاطر کیا گیا تھا اور بتایا کہ جب سے آزادیٔ ضمیر کی خاطر کسی نوع کی جنگ بھی جاری ہے سب سے زیادہ اس مضمون میں عظیم الشان اور کامل جہاد حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِس مضمون میں آپ نے سب سے پہلے سوسائٹی کو اس طرف متوجہ کیا کہ ہر شخص اپنی سوچوں اور اپنے ایمان میں آزاد ہے اور کسی کو حق نہیں ہے کہ کسی کی سوچ پر اور اس کے ایمان پر کسی قِسم کی قدغن لگائے اور جبراً ان کو تبدیل کرنے کی کوشِش کرے اور یہ اعلان تمام بنی نوع انسان کے لئے ہے جو شرفِ انسانی کو قائم کرنے والا جہاد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ حق نہیں رکھتا کہ کسی انسان کی سوچوں کو زبردستی تبدیل کرے یا اس کو اپنی سوچوں کے اظہار کا حق نہ دے۔ ان دونوں پہلوؤں سے انسان آزاد ہے۔

فرمایا: یہ عظیم الشان آزادیٔ ضمیر کا جہاد ہے جو آج بھی تمام انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہا ہے۔ آج انسانی زندگی کی جدّوجہد میں جتنی خرابیاں نظر آ رہی ہیں وہ ان بنیادی ہدایات سے رُوگشی کی وجہ سے

(باقی صفحہ ۲۳ پر)

درسِ حدیث

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شجاعت اور حلم

(محترم صاحبزادہ مرزا انس احمد صاحب ایم-اے، ایم لٹ (آکسن)

(۱)

قرآن کریم تصریف آیات کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فداہ امی و ابی کی سیرت کے مضمون کو مختلف پیرایوں میں بیان فرماتا ہے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی سیرت کے مضمون کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:-

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ط اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ط نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط (سورہ نور: ۳۶)

فرمایا: اللہ آسمانوں کا بھی نور ہے اور زمین کا بھی۔ اس کے نور کی کیفیت یہ ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں ایک دیا پڑا ہوا ہو اور وہ ایک شیشے کے نیچے ہو اور وہ گلوب ایسا چمکدار ہو گویا وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے اور وہ (چراغ) ایک ایسے برکت والے درخت زیتون (کے تیل) سے جلایا جا رہا ہو کہ وہ درخت نہ شرقی ہو نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل خواہ اُسے آگ نہ بھی چھوئی ہو بھڑک اُٹھے۔ یہ (وجود) نورٌ علیٰ نور ہے۔

اِن آیات میں مَثَلُ نُوْرِہٖ سے شروع کر کے نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کی تفسیر بیان کرنے کا یہ موقع نہیں[۱] لیکن اِن آیات میں مقامِ محمدیؐ کے بارہ میں جو باتیں

---

[۱] دیکھیں براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۱ تا ۱۸۵ حاشیہ نمبر ۱۱

بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؐ کا وجود اللہ تعالیٰ کے نور کی ایک خاص تجلّی ہے جس کی مثل مخلوقات میں کہیں نہیں پائی جاتی اور دوسری بات یہ بیان کی گئی ہے کہ آپؐ کی فطرتِ صحیحہ نہ صرف یہ کہ انتہائی درجہ کا کمال اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ انتہائی متوازن اور معتدل ہے اور اس میں کسی قسم کی افراط و تفریط نہیں پائی جاتی۔ جس طرح کہ قرآن کریم نے دوسری جگہ فرمایا ہے[۱] کہ کائنات پر غور کرو اور دیکھو وہاں تمہیں کوئی خلاء اور کوئی تضاد نظر نہیں آئے گا۔ اسی طرح یہی مضمون ان آیات میں آنحضرتؐ کے متعلق بیان فرمایا کہ آپؐ کی ذات پر بھی غور کر کے دیکھ لو یہاں بھی تمہیں کوئی خلاء، کوئی تضاد، کوئی غیر موزوں بات نظر نہیں آئے گی صرف کمال اور رفعتیں ہی نظر آئیں گی۔

ان آیات کی روشنی میں اگر آپ حضورؐ کے اخلاقِ حسنہ پر نظر ڈالیں تو ان کے بہت سے حسین پہلو آپ کے سامنے آئیں گے۔ مثلاً ایک پہلو یہ ہے کہ حضورؐ کی بہت سی صفات ایسی ہیں کہ جب ان پر یکجائی نظر ڈالی جائے تو ان کی شان بہت زیادہ نمایاں ہو کر نظر آتی ہے جیسے حضورؐ کا فقر اور آپؐ کا زُہد اُس وقت ایک نئی شان میں نظر آتے ہیں جب ہم انہیں آپؐ کی جُود و سخا کی غیر معمولی قوّت سے ملا کر دیکھیں۔ اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ آپؐ غیر معمولی طور پر حلیم اور بُردبار تھے اور آپؐ کا عفو اور آپؐ کی قوّتِ صبر بھی حیرت انگیز تھے لیکن آپؐ کے حلم اور آپؐ کے عفو کی شان اُس وقت اَور بھی نمایاں ہو جاتی ہے جب ہم انہیں آپؐ کی غیر معمولی شجاعت اور جوانمردی اور اعلیٰ ہمّتی اور غیرتِ للہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں۔

(۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوری قدرت اور طاقت رکھتے ہوئے اور باوجود اس کے کہ آپؐ جیسا بہادر اور غیور اَور کوئی پیدا نہیں ہوا عفو اور حِلم کا جو نمونہ دکھایا اس کی مثال اَور کہیں نہیں پائی جاتی۔

اِس وقت مَیں آپؐ کی شجاعت اور آپؐ کے حِلم کا کچھ حال بیان کروں گا۔

صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہم نے آپؐ سے زیادہ بہادر و شجاع اور آپؐ سے بڑھ کر حلیم و بُردبار اَور کوئی انسان نہیں دیکھا۔

---

[۱] سورۃ ملک رکوع ۱

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"آپؐ نے اُس دن سے جو ظہور فرمایا تا اُس دن تک جو اپنے رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے بجز اپنے مولیٰ کریم کے کسی کو کچھ چیز نہ سمجھا اور ہزاروں دشمنوں کے مقابلے پر معرکۂ جنگ میں کہ جہاں قتل کیا جانا یقینی امر تھا خالصًا خدا کے لئے کھڑے ہو کر اپنی شجاعت اور وفاداری اور ثابت قدمی دکھلائی[1]" "اور آپؐ کے اعلیٰ اخلاق عفو (اور حِلم) اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوتے جو ایک گروہِ کثیر کفار کا انہی اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔"[2]

آپؐ کی شجاعت کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں :-

مَا رَأَيْتُ اَشْجَعَ وَلَا اَنْجَدَ وَلَا اَجْوَدَ وَلَا اَرْضٰى مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -[3]

کہ مَیں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی انسان کو بہادر، دلیر اور باہمت اور آپؐ سے زیادہ سخی اور آپؐ سے زیادہ پُرکشش نہیں پایا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مَیں حضورؐ کے ساتھ جنگوں میں شامل ہوا لیکن کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جنگ پورا زور پکڑ چکی ہو گھمسان کا رَن پڑ رہا ہو اور آپؐ دشمن سے ہٹ کر لڑیں۔ خاص طور پر ہر ایسے موقع پر آپؐ ہمیشہ دشمن کے مُنہ درمُنہ ہو کر اور بہت قریب جا کر لڑتے تھے اور مَیں نے جنگِ بدر کے موقع پر دیکھا کہ آپؐ ہم سب سے زیادہ دشمن کے قریب تھے اور ہم نے آپؐ کی پناہ لی ہوئی تھی اور سمجھا جاتا تھا کہ وہی صحابہؓ میں سب سے بہادر رہے جو حضورؐ کے ساتھ ہو کر لڑتا ہے۔[4]

اُبی بن خلف جنگِ بدر کے بعد یہ بڑ مارا کرتا تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے گا جب حضورؐ کو اس کی یہ بات پہنچی تو حضورؐ نے فرمایا وہ انشاءاللہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا چنانچہ جنگِ اُحد کے موقع پر جب اس کی نظر حضورؐ پر پڑی تو وہ اپنے گھوڑے پر سوار حضورؐ کی طرف بڑھا۔ صحابہؓ نے

۱؎ براہین احمدیہ صفحہ ۲۶۶ حاشیہ ۱۱ "مرزا غلام احمد قادیانی" مصنفہ میر داؤد احمد صاحب صفحہ ۴۷۶

۲؎ مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ ۴۷۰

۳؎ الشفاء قاضی عیاض مصری ص۷۶ فصل الشجاعة ۔

۴؎ الشفاء قاضی عیاض ص۷۶

جب حضورؐ کی طرف اس کو بڑھتے دیکھا تو وہ اُس کے اور حضورؐ کے درمیان آنے لگے۔ اس پر حضورؐ نے انہیں فرمایا کہ نہیں تم لوگ پیچھے ہٹ جاؤ اور اس کو میری طرف آنے دو چنانچہ صحابہؓ پیچھے ہٹ گئے۔ حضورؐ نے حارث بن امیہ سے نیزہ لیا اور جب اُبیّ حضورؐ کے قریب آگیا تو آپؐ نے نیزہ مار کر اس کی پسلی توڑ دی[1]۔ اور اس زخم سے جنگ کے بعد مکّہ واپس جاتے ہوئے وہ راستہ میں مرگیا[2]۔

آپؐ کے حلم کا بھی عجیب عالم تھا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپؐ پر کوئی زیادتی کی گئی ہو اور آپؐ نے اس کا بدلہ لیا ہو ہمیشہ احسان ہی کیا۔

آپؐ نے لوگوں سے بہت دکھ اُٹھائے لیکن کبھی ماتھے پر شکن نہیں آیا۔ کبھی چہرے کی بشاشت نہیں گئی بڑی سے بڑی زیادتی پر مُسکراتے رہے۔ دعائیں دیتے رہے۔ مسکراتے رہے ہاں اپنے مولیٰ کے لئے ہمیشہ غیرت دکھائی۔ اپنے لئے سب کچھ برداشت کرلیا لیکن شعائراللہ کی بے حرمتی کبھی برداشت نہیں کی۔ غضب دکھایا تو صرف خدا کے لئے دکھایا اور جب خدا کے احکام کی بے حرمتی کی گئی تو آپؐ سے بڑھ کر اور کوئی منتقم نہیں تھا۔

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُقَاتِلٍ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللّٰهِ اَخْبَرَنَا يُوْنُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ اَخْبَرَنِيْ عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ اَنَّ اِمْرَاَةً سَرَقَتْ فِيْ عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ غَزْوَةِ الْفَتْحِ فَفَزِعَ قَوْمُهَا اِلٰى اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ يَسْتَشْفِعُوْنَهٗ قَالَ عُرْوَةُ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ اُسَامَةُ فِيْهَا تَلَوَّنَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتُكَلِّمُنِيْ فِيْ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ ؟ قَالَ اُسَامَةُ اسْتَغْفِرْ لِيْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ. فَلَمَّا كَانَ الْعَشِيُّ قَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيْبًا فَاَثْنٰى عَلَى اللّٰهِ بِمَا هُوَ اَهْلُهٗ ثُمَّ قَالَ : اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّمَا اَهْلَكَ النَّاسَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الضَّعِيْفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔

(بخاری کتاب المغازی باب مقام النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ زمن الفتح)

---

[1] ایک روایت کے مطابق آپؐ نے نیزہ کی انی اس کی گردن میں چبھو دی تھی اور اس کی گردن پر زخم آیا تھا

[2] الشفاء قاضی عیاض ص۶۷

زہری سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھے عروہ بن زبیر نے بتایا کہ غزوۂ فتح کے دنوں کی بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں ایک عورت نے چوری کی (حضورؐ نے اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا) لیکن اس کی قوم کے لوگ جھٹ سے اسامہ بن زید کے پاس اُن سے حضورؐ کی خدمت میں سفارش کرانے کو پہنچ گئے۔ عروہ کہتے ہیں کہ جب (حضرت) اسامہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (اس عورت کو معاف کر دینے کے بارہ میں) عرض کیا تو حضورؐ کا چہرہ متغیّر ہو گیا اور فرمایا کہ کیا تم مجھ سے ان حدود کے بارہ میں سفارش کرتے ہو جو اللہ نے قائم کی ہیں (اور چاہتے ہو کہ خدا کی حدود کو بالائے طاق رکھ دوں اور اس عورت کو ان حدود سے آزاد چھوڑ دوں۔ ایسا نہیں ہو سکتا) اس پر حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (مجھ سے بہت گناہ ہوا ہے) میرے لئے (اپنے مولیٰ سے) مغفرت طلب کیجئے۔ پھر جب شام ہوئی تو حضورؐ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے اور جیسا کہ اللہ کا حق ہے اس کی تعریف فرمائی پھر فرمایا اپنے مولیٰ کی ثناء کے بعد (میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ) جس چیز نے تم سے پہلی قوموں کو ہلاک کیا وہ یہی تھی کہ اگر ان میں کوئی شریف اور بڑا آدمی چوری کرتا تو اُسے چھوڑ دیتے اور اگر کوئی کمزور اور غریب آدمی چوری کرتا تو اُس پر حدّ جاری کر دیتے (اور اُسے سزا دیتے لیکن سُنو) مجھے اُس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہؓ بھی چوری کرے تو میں اُس کا ہاتھ بھی کاٹ دوں....

(۳)

• حدّثنا احمد بن جناب المِصّیصیُّ حدّثنا عیسٰی ابن یونس عن زکریاء عن ابی اسحٰق قال جاء رجل الی البراء فقال اکنتم ولّیتم یوم حنینٍ یا ابا عمارة فقال اشهد علٰی نبیّ الله صلّی الله علیه وسلم ما ولّی ولکنّهٗ انطلق اخفّاء من النّاس وحسّر الٰی هٰذا الحیّ من هوازن وهم قوم رماةٌ فرموهم برشقٍ من نبلٍ کانّها رِجلٌ من جرادٍ فانکشفوا فاقبل القوم الٰی رسول الله صلّی الله علیه وسلم وابوسفیان ابن الحارث یقود بهٖ بغلتهٗ فنزل ودعا واستنصر وهو یقول

انا النّبی لاکذب　　انا ابن عبد المطلب

اللّٰهمّ نزّل نصرك ۔ قال البراء کنّا والله اذا احمرّ الباس کنّا نتّقی بهٖ

وانّ الشّجاع منّا للّذی یحاذی بہٖ یعنی النّبی صلّی اللہ علیہ وسلّم۔
(مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فتح مکّہ)

ابو اسحٰق سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک شخص حضرت براء کے پاس آیا اور آپ سے پوچھا کہ اے ابو عمارہ کیا آپ لوگوں نے جنگ حنین کے موقع پر دشمن کے مقابل پر پیٹھ پھیرلی تھی تو انہوں نے جواب دیا کہ مَیں سب کے بارہ میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں ضرور گواہی دوں گا کہ آپؐ نے دشمن کے شدید حملہ کے وقت بھی پیٹھ نہیں پھیری تھی۔

پھر انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ ہوازن قبیلہ کے خلاف جو مسلمانوں کا لشکر نکلا تھا انہوں نے یا تو بہت ہلکے پھلکے ہتھیار پہنے ہوئے تھے یعنی ان کے پاس زرہیں وغیرہ اور بڑا اسلحہ نہیں تھا اور ان میں بہت سے ایسے بھی تھے جو بالکل نہتے تھے لیکن اس کے مقابل پر ہوازن کے لوگ بڑے کُہنہ مشق تیر انداز تھے۔ جب مسلمانوں کا لشکر ان کی طرف بڑھا تو انہوں نے اس لشکر پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کر دی جیسے ٹڈی دَل کھیتوں پر حملہ کرتی ہے۔ اس حملہ کی تاب نہ لا کر مسلمان بکھر گئے لیکن ان کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھا۔ حضورؐ ایک خچر پر سوار تھے جسے آپؐ کے چچا ابو سفیان ابن حارث لگام سے پکڑے ہوئے ہانک رہے تھے۔

جب حضورؐ نے مسلمانوں کو اِس طرح بکھرتے ہوئے دیکھا تو آپؐ کچھ وقفہ کے لئے اپنی خچر سے اُترے اور اپنے مولیٰ کے حضور دعا کی۔ پھر آپؐ خچر پر سوار ہو کر مسلمانوں کو مدد کے لئے بلاتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھے اور آپؐ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے

انا النّبی لاکذب انا ابن عبد المطلب

مَیں خدا کا نبی ہوں اور یہ ایک سچی بات ہے۔ لیکن میری غیر معمولی جرأت دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ مَیں کوئی فوق البشر چیز ہوں نہیں مَیں وہی عبد المطلب کا بیٹا محمد ہوں۔

اور آپؐ یہ بھی دعا کرتے جاتے تھے

اللّٰھمّ نزّل نصرک

اے خدا اپنی مدد نازل کر۔

پھر براء نے کہا کہ حضورؐ کی شجاعت کا حال سُنو۔ جب جنگ جوبن پہ ہوتی تھی تو اُس وقت حضورؐ سب سے آگے ہو کر سب سے زیادہ بہادری سے لڑ رہے ہوتے تھے اور ہم لوگ تو اس وقت حضورؐ کو ہی اپنی ڈھال اور اپنی آڑ بنایا کرتے تھے اور ہم میں سے سب سے زیادہ وہی بہادر

سمجھا جاتا تھا جو حضورؐ کے ساتھ حضورؐ کے شانہ بشانہ لڑتا تھا۔

(۴)

وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ بُرْدٌ غَلِیْظُ الْحَاشِیَۃِ فَجَبَذَہٗ اَعْرَابِیٌّ بِرِدَائِہٖ جَبْذَۃً شَدِیْدَۃً حَتّٰی اَثَّرَتْ حَاشِیَۃُ الْبُرْدِ فِیْ صَفْحَۃِ عَاتِقِہٖ ثُمَّ قَالَ یَا مُحَمَّدُ احْمِلْ لِیْ عَلٰی بَعِیْرَیَّ ھٰذَیْنِ مِنْ مَالِ اللّٰہِ الَّذِیْ عِنْدَکَ فَاِنَّکَ لَاتَحْمِلُ لِیْ مِنْ مَالِکَ وَلَا مِنْ مَالِ اَبِیْکَ فَسَکَتَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ قَالَ الْمَالُ مَالُ اللّٰہِ وَاَنَا عَبْدُہٗ ثُمَّ قَالَ وَیُقَادُ مِنْکَ یَا اَعْرَابِیُّ مَا فَعَلْتَ بِیْ قَالَ لَا قَالَ لِمَ قَالَ لِاَنَّکَ لَا تُکَافِئُ بِالسَّیِّئَۃِ السَّیِّئَۃَ فَضَحِکَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ اَمَرَ اَنْ یُّحْمَلَ لَہٗ عَلٰی بَعِیْرٍ شَعِیْرٌ وَعَلَی الْاٰخَرِ تَمْرٌ۔ (الشفاء صـ۶۳)

(تھوڑے تھوڑے لفظی اختلاف کے ساتھ اِس حدیث کو صحیحین نے اور ابوداؤد وغیرہ نے روایت کیا ہے)

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ حضورؐ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھا ہؤا تھا۔ حضورؐ ایک ایسی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے جس کا حاشیہ سخت اور کھُردرا تھا۔ اتنے میں ایک بدو اُس مجلس میں آیا سیدھا حضورؐ کی طرف بڑھا اور حضورؐ کی چادر کو پکڑ کر بڑے زور سے اپنی طرف کھینچا اِس قدر زور سے کھینچا کہ حضورؐ کے کاندھوں کے کنارہ پر اس چادر کے حاشیہ کے نشان پڑ گئے۔ پھر حضورؐ سے مخاطب ہؤا اور کہنے لگا کہ اے محمد میرے ان دو اونٹوں پر اللہ کے اُس مال میں سے جو آپؐ کے پاس ہے کچھ میرے لئے لاد دیجئے کیونکہ جو کچھ مال آپ اِن اُونٹوں پر لدوائیں گے وہ نہ آپؐ کا ہے نہ آپؐ کے والد کا وہ تو صرف اللہ کا مال ہے۔ حضورؐ نے اس بدو کی بات کو سُنا اور کچھ دیر کے لئے خاموش رہے پھر اُس بدو سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ہاں یہ سب مال تو اللہ کا ہی مال ہے اور مَیں بھی تو اُسی کا بندہ ہوں میرا تو سب کچھ اُسی کا ہے۔ پھر آپؐ نے اُسے کہا کہ اے اعرابی جو کچھ تُو نے اِس وقت میرے ساتھ کیا ہے اس کا تو تجھ سے بدلہ لیا جانا چاہیئے۔ اس پر بدو نے کہا کہ نہیں ایسا نہیں ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا آخر کس لئے۔ تو بدو نے عرض کیا کہ حضور

آپ تو کبھی بُرائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں لیتے۔ حضورؐ بدو کی یہ بات سُنکر ہنس پڑے پھر حکم دیا کہ اسکے ایک اُونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دی جائیں اور اس کو اس مال کے ساتھ رخصت کر دیا جائے۔

• وَرُوِيَ اَنَّ جَاءَهُ زَيْدُ ابْنُ سَعْنَةَ قَبْلَ اِسْلَامِهِ يَتَقَاضَاهُ دَيْنًا عَلَيْهِ فَجَبَذَ ثَوْبَهُ عَنْ مَنْكِبِهِ وَاَخَذَ بِمَجَامِعِ ثِيَابِهِ وَاَغْلَظَ لَهُ ثُمَّ قَالَ اِنَّكُمْ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مُطْلٌ فَانْتَهَرَهُ عُمَرُ وَشَدَّدَ لَهُ فِي الْقَوْلِ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَبَسَّمُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَا وَهُوَ كُنَّا اِلٰى غَيْرِ هٰذَا مِنْكَ اَحْوَجَ يَا عُمَرُ تَأْمُرُنِيْ بِحُسْنِ الْقَضَاءِ وَتَأْمُرُهُ بِحُسْنِ التَّقَاضِي ثُمَّ قَالَ لَقَدْ بَقِيَ مِنْ اَجَلِهِ ثَلَاثٌ وَاَمَرَ عُمَرَ يَقْضِهِ مَالَهُ وَيَزِيْدُهُ عِشْرِيْنَ صَاعًا لِمَا رَوَّعَهُ فَكَانَ سَبَبَ اِسْلَامِهِ وَذٰلِكَ اَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ مَا بَقِيَ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ شَيْءٌ اِلَّا وَقَدْ عَرَفْتُهَا فِيْ وَجْهِ مُحَمَّدٍ اِلَّا اثْنَتَيْنِ لَمْ اَخْبُرْهُمَا يَسْبِقُ حِلْمُهُ جَهْلَهُ وَلَا تَزِيْدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ اِلَّا حِلْمًا فَاخْتَبَرْتُهُ بِهٰذَا فَوَجَدْتُهُ كَمَا وُصِفَ۔ (الشفاء ص ۶۳، ۶۴)

زید بن سعنۃ ابھی اسلام نہیں لایا تھا کہ ایک دفعہ وہ حضورؐ کے پاس اپنا قرض واپس لینے کے لئے آیا اور بجائے اس کے کہ وہ شریفانہ طریق پر اپنے قرض کی واپسی کا مطالبہ حضورؐ سے کرتا اُس نے آتے ہی کچھ کہے سُنے بغیر حضورؐ کے کندھوں پر سے حضورؐ کے کپڑوں کو اس طرح پکڑا کہ حضورؐ کا تمام لباس اسکے ہاتھوں کی گرفت سے کھینچ گیا اور اس طرح اُس نے حضورؐ کو آپؐ کے کپڑوں سے پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا اور کہا کہ اے عبدالمطلب کی اولاد تم قرض کی واپسی کے معاملہ میں ہمیشہ بڑی ٹال مٹول سے کام لیتے ہو۔ حضرت عمرؓ اُس وقت حضورؐ کے پاس بیٹھے تھے ان سے زید کی یہ حرکت برداشت نہ ہو سکی اور انہوں نے بڑی سختی سے اُسے ڈانٹا اور اسے بہت لعن طعن کی لیکن حضورؐ نے اُسے کچھ نہیں کہا بلکہ اس کی حرکت پر تبسّم فرماتے رہے تاہم حضرت عمرؓ کی ڈانٹ پر آپؐ نے ان سے فرمایا کہ عمر! یہ کیا۔ تم سے تو یہ توقع تھی کہ تم مجھ سے بھی اور اس سے بھی اس سے بہتر سلوک کرو گے۔ تم سے یہ توقع تھی کہ تم مجھ سے کہو گے کہ مَیں احسن رنگ میں قرض ادا کر دوں اور اسے نصیحت کرو گے کہ یہ قرض کا مطالبہ احسن رنگ میں کرے۔ تم نے تو اسے ہی سخت سُست کہنا شروع کر دیا۔ اور پھر

آپؐ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا زید تو ویسے ہی جلدی کر رہا ہے اور بے صبری دکھا رہا ہے حالانکہ اس کے قرض کی ادائیگی کی مدت میں ابھی پورے تین دن باقی ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ آپؐ کی طرف سے زید کے پیسوں کا قرضہ اُسی وقت چکا دیں اور حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ اس کی رقم کے علاوہ زید کو بیس صاع کھجور زیادہ دینا کیونکہ تم نے اس بے چارے کو بہت ڈرا دیا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ زید بن سعنہ کے اسلام لانے کا موجب بنا کیونکہ زید کہا کرتا تھا کہ اس واقعہ سے پہلے مَیں نے آنحضرتؐ کے چہرۂ مبارک پر نبوّت کی تمام علامتیں چمکتی ہوئی دیکھ لی تھیں لیکن مَیں چاہتا تھا کہ دو اور علامتیں بھی مَیں حضورؐ میں مشاہدہ کروں کیونکہ ابھی تک مجھے ان کا علم نہیں ہوا تھا۔ ایک علامت جو مَیں حضورؐ میں دیکھنا چاہتا تھا وہ یہ تھی کہ آپؐ کے متعلق کہا جاتا تھا کہ آپؐ ظلم اور زیادتی کے مقابل پر ہمیشہ حلم سے کام لیتے ہیں اور دوسرے یہ کہ ظلم کی زیادتی آپؐ کے حلم اور عفو میں کمی نہیں کرتی بلکہ جتنا بھی ظلم اور زیادتی آپؐ پر بڑھ جائے آپؐ اس سے کہیں بڑھ کر حلم اور عفو کا نمونہ دکھاتے ہیں سو انہی علامتوں کو حضورؐ میں مشاہدہ کرنے کے لئے مَیں نے وقت سے پہلے قرض کا مطالبہ کیا اور آپؐ سے سختی سے پیش آیا اور اس موقع پر جو چیز مَیں دیکھنا چاہتا تھا وہ مَیں نے آپؐ میں با حسن مشاہدہ کر لی اور مَیں نے آپؐ کو ویسا ہی حلیم اور درگذر کرنے والا پایا جیسا کہ مجھے بتایا جاتا تھا۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و بارك وسلّم انك حمیدٌ مجیدٌ

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ — بقیہ صفحہ ۱۴

ہیں۔ اس کے بعد حضور نے جماعت کے موجودہ حالات کا ذکر فرمایا اور بتایا کہ جماعت سے یہ سارے بنیادی حقوق چھینے جا رہے ہیں جن کے قیام کے لئے حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ساری زندگی جہاد کیا اور اپنے غلاموں کو بھی اس کی تلقین کی اور یہ حقوق چھیننے والے یہ دعویٰ بھی کر رہے ہیں کہ وہ مسلم ہیں۔ فرمایا اِس لئے جب آپ ثباتِ قدم کی دعا کریں تو یہ دعا خصوصیت سے کریں کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم آزادیٔ ضمیر کی جنگ میں جو نقوشِ پا چھوڑ گئے ہیں اے خدا ہمیں توفیق عطا فرما کہ ان نقوشِ پا کو چومتے ہوئے اپنی جان، مال، عزّت اور نفس کی قربانیاں دیتے ہوئے اس راہ میں آگے بڑھتے جائیں اور ہمیشہ ہمارا قدم آگے بڑھے اور منفی طرف واپس نہ ہٹے۔

غزل

راہِ جاناں میں جاں نثار کرو		اور دِل بھی فدائے یار کرو

جان جوکھوں میں ڈال کر اپنی		اِبتلاؤں سے بھی تو پیار کرو

تم مصائب میں صبر دکھلاؤ		کچھ نہ اظہارِ اِضطرار کرو

آزمائش کی چند گھڑیوں میں		اپنا ایمان استوار کرو

اِس قدر ہو دعاؤں میں رِقّت		اپنی آنکھوں کو اشکبار کرو

اپنے اِحسان سے مروّت سے		ہر مُعانِد کو شرمسار کرو

بات اپنی کوئی سُنے نہ سُنے		ہر طرف حق کو آشکار کرو

"بَغْتَۃً" بھی رہے نگاہوں میں		اور توکّل کو اِختیار کرو

جلد آئے گی شادؔ فتحِ مُبیں
ایک سَاعت کا اِنتظار کرو

محمد ابراہیم شادؔ

لفظ صلوٰۃ کے استعمال میں حکمت

(مکرم عبد السمیع خان صاحب استاذ الجامعۃ الاحمدیہ ربوہ)

صلوٰۃ کے اصطلاحی معانی

الصّلوٰۃ کے اصطلاحی معنی ہیں عِبَادَۃٌ فِیْھَا رُکُوْعٌ وَ سُجُوْدٌ اس مخصوص طریق سے عبادت کرنا جس میں رکوع و سجود ہوتے ہیں۔ اس کو اُردو میں نماز کہتے ہیں جو اصل میں فارسی زبان کا لفظ ہے۔

اصطلاحی طور پر صلوٰۃ کے اور بھی کئی معانی ہیں جو ایک ہی حقیقت کی طرف رہنمائی کرتے ہیں مثلاً الدّعاءُ۔ الرحمۃُ۔ الدّینُ۔ الاستغفارُ۔ التعظیمُ۔ البرکۃُ۔

الصّلوٰۃ من اللہ الرحمۃُ و من الملائکۃ الاستغفارُ و من المؤمنین الدّعاءُ و من الطّیر و الھَوام التسبیحُ۔

یعنی صلوٰۃ کا لفظ جب اللہ تعالیٰ کے لئے بولا جائے تو اس کے معنے رحم کرنے کے ہوتے ہیں اور جب ملائکہ کے لئے استعمال ہو تو اس وقت اس کے معنے استغفار کے ہوتے ہیں۔ مومنوں کیلئے بولا جائے تو دعا یا نماز مراد ہوتی ہے اور جب پرندوں اور حشرات الارض کے لئے بولا جائے تو اسکے معنے تسبیح کے ہوتے ہیں۔

جب صَلّٰی کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو اور مفعول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہو تو اس کے معنے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین تعریف کے ہوتے ہیں۔

عبادت گاہ کو بھی الصّلوٰۃ کہتے ہیں اِسی لئے قرآن کریم میں گرجوں کو صَلَوات کہا گیا ہے۔ لَھُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ۔[1]

---

[1] الحج: ۴۱

صَلوٰۃ کے لغوی معانی اور اشتقاق

لفظ صلوٰۃ صلّٰی سے مشتق ہے اور اس کا وزن فَعَلَۃٌ ہے۔ اس کے بنیادی حروف دو طرح سے بیان کئے گئے ہیں ص ل و اور ص ل ی۔ اِن دونوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے صلوٰۃ کے معانی اور حکمتوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ معارف کا ایک قلزم اِس لفظ میں بند کر دیا گیا ہے۔

(۱) ص ل و سے صلوٰۃ کے ایک معنی دعا کے ہیں یعنی بلانا اور پکارنا صلّٰی یُصلّی اذا دعا۔ قرآن کریم میں ہے وَصَلِّ عَلَیْہِمْ [۱] یعنی تو مومنوں کے لئے دعا کر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دُعِیَ اَحَدُکُمْ اِلٰی طَعَامٍ فَلْیُجِبْ فَاِنْ کَانَ صَائِمًا فَلْیُصَلِّ [۲]

کہ جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے (اور اگر اس نے روزہ نہ رکھا ہوا ہو تو کھانے میں شامل ہو اور) اگر روزہ دار ہو تو اپنے میزبان کے لئے دعا کرے۔

ایک عرب شاعر اعشیٰ کہتا ہے ؎

وَصَلّٰی عَلٰی دَنِّہَا وَارْتَسَمْ [۳]

وہ اس کے مشکیزہ پر دعا اور التجا کرتا رہا۔

پس نماز کو صلوٰۃ کہنے کی پہلی حکمت یہ ہے کہ اس کی اصلیت دعا ہے اور یہی نماز کا بنیادی اور مرکزی نقطہ ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ چونکہ نماز میں دعا کی جاتی ہے اِس لئے اسے صلوٰۃ کا نام دیا گیا جیسے جزء کا اطلاق کل پر کر دیا جاتا ہے [۴]

اصل حقیقت یہ ہے کہ جزء اور کل کی بحث سے قطع نظر نماز سراسر دعا کا نام ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃِ [۵] دعا عبادت کا مغز اور روح ہے۔

---

[۱] توبہ : ۱۰۳

[۲] جامع ترمذی ابواب الصوم ۲/۶ باب ماجاء فی اجابۃ الصائم حدیث ۷۸۰

[۳] الجامع لاحکام القرآن از ابوعبداللہ محمد بن احمد انصاری جلد ۱/۸ ص ۱۶۸

[۴] المفردات فی غریب القرآن۔ علامہ راغب اصفہانی

[۵] جامع ترمذی ابواب الدعوات باب فی فضل الدعاء ۱/۱ حدیث ۳۳۷۱

پھر فرمایا:-

الدعاء ھو العبادۃ[1] دعا ہی اصل عبادت ہے۔

علامہ الوسی لکھتے ہیں کہ نماز کی ہر کیفیت دعا ہے کیونکہ اس میں ہر ممکن طریق سے یعنی قول، فعل اور حال تینوں طرح سے دعا کی جاتی ہے۔[2]

حضرت بانی ٔسلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:-

"نماز کیا چیز ہے؟ وہ دعا ہے جو تسبیح، تحمید، تقدیس اور استغفار اور درود کے ساتھ تضرّع سے مانگی جاتی ہے۔"[3]

پھر فرماتے ہیں:-

"نماز کیا ہے؟ یہی کہ اپنے عجز و نیاز اور کمزوریوں کو خدا کے سامنے پیش کرنا اور اسی سے اپنی حاجت روائی چاہنا۔ کبھی اس کی عظمت اور اس کے احکام کی بجا آوری کے واسطے دست بستہ کھڑا ہونا۔ اور کبھی کمال مذلّت اور فروتنی سے اس کے آگے سجدہ میں گر جانا۔ اس سے اپنی حاجات کا مانگنا۔ یہی نماز ہے۔"[4]

لغت میں لفظ صلوٰۃ صرف نیک دعا کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن لفظ 'دعا' بد دعا اور نیک دعا دونوں معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ حضرت بانی ٔسلسلہ احمدیہ نے ان کا ایک اور لطیف فرق بھی بیان کیا ہے۔ فرمایا:-

"ایک مرتبہ میں نے خیال کیا کہ صلوٰۃ میں اور دعا میں کیا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے الصّلوٰۃ ھی الدعاء۔ الصّلوٰۃ مخ العبادۃ یعنی نماز ہی دعا ہے۔ نماز عبادت کا مغز ہے۔ جب انسان کی دعا محض دنیوی امور کے لئے ہو تو اس کا نام صلوٰۃ نہیں لیکن جب انسان خدا کو ملنا چاہتا ہے اور اس کی رضا کا طالب ہوتا ہے اور ادب، انکسار، تواضع اور نہایت محویت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو کر اس کی رضا

---

[1] جامع ترمذی ابواب التفسیر تفسیر سورۃ بقرہ باب ۲ حدیث ۲۹۹۶

[2] روح المعانی۔ علامہ محمود الوسی جلد اوّل صـ ۱۰۹۔

[3] کشتی نوح صـ ۶۳ ایڈیشن اوّل طبع شدہ ۱۹۰۲ء۔

[4] ملفوظات حضرت بانی ٔسلسلہ احمدیہ جلد پنجم صـ ۲۵۳۔

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

صلح ۱۳۶۶ ہش

جنوری ۱۹۸۷ء

ایڈیٹر

مرزا محمد الدین ناز

مدیرانِ اعزازی

- ملک صلاح الدین صاحب بھارت
- مبارک احمد صاحب ساقی لندن
- کمال یوسف صاحب سیکنڈے نیویا

ناشر :- چوہدری محمد ابراہیم

پرنٹر :- قاضی منیر احمد

مطبع :- ضیاء الاسلام پریس ربوہ

مقامِ اشاعت :- دفتر ماہنامہ انصار اللہ
دار الصدر جنوبی ۔ ربوہ

کتابت :- حمید الدین

فہرست

جلد نمبر ۲۸

شمارہ نمبر ۱

شرح چندہ

پاکستان ——— بیس روپے سالانہ

امریکہ، کینیڈا	بذریعہ ہوائی ڈاک	:	پندرہ ڈالر	״
جزائر فجی	״ بحری ״	:	آٹھ ״	״
دیگر ممالک	״ ہوائی ״	:	چھ پونڈ	״
	״ بحری ״	:	تین ״	״

قیمت فی پرچہ : دو روپے

کا طالب ہوتا ہے تب وہ صلوٰۃ میں ہوتا ہے ..... صلوٰۃ کا لفظ پُرسوز معنے پر دلالت کرتا ہے۔ جیسے آگ سے سوزش پیدا ہوتی ہے ویسی ہی گدازش دعا میں ہونی چاہیئے جب ایسی حالت کو پہنچ جائے جیسے موت کی حالت ہوتی ہے تب اس کا نام صلوٰۃ ہوتا ہے"۔[1]

(۲) صلوٰۃ ماخوذ ہے صلوٰن سے (مفرد صلا) جو پشت کے درمیان دو رگوں کو کہتے ہیں نمازی چونکہ رکوع اور سجدہ میں ان کو حرکت دیتا ہے اِس لئے نماز کو صلوٰۃ کا نام دیا گیا ہے[2]

(۳) سہیلی نے بیان کیا ہے کہ چونکہ آغاز میں لوگوں کو نماز کی صرف رکوع اور سجدہ کی شکل نظر آتی تھی جس میں سرینوں کو حرکت دی جاتی ہے اِس لئے اسے صلوٰۃ کہا گیا ہے۔[3]

(۴) الصّلا کے ایک معنے ہیں پشت کا درمیانی حصہ۔ کُولہے کا ڈھلوان یا وہ حصہ جس پر جانور کی دُم لگے۔ دُم کے دونوں جانب کے حصے صلوٰن کہلاتے ہیں۔ اِس نسبت سے صلّی الفرسُ تصلیۃً اس وقت کہتے ہیں جب گھوڑ دوڑ میں دوسرے نمبر کا گھوڑا پہلے نمبر کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے اس طرح دوڑ رہا ہو کہ پچھلے کی کنوتیاں پہلے کی سرین سے مل رہی ہوں۔ اس گھوڑے کو جو سب سے آگے ہو سابق کہتے ہیں اور دوسرے نمبر والے گھوڑے کو مصلّی۔ حضرت علیؓ کی روایت میں ہے

سبق رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم وصلّی ابو بکر وثلّث عمرؓ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے نکل گئے۔ دوسرے نمبر پر حضرت ابوبکرؓ اور تیسرے نمبر پر حضرت عمرؓ رہے۔

صاحب قرطبی کے نزدیک نماز کو اِس لئے صلوٰۃ کہتے ہیں کہ وہ ایمان کے بعد دوسرے نمبر پر آنے والی چیز ہے[4] قرآن کریم میں ہے:

يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ[5]

یعنی وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔

احادیثِ رسول[6] صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی ایمان کے بعد عملی احکامات میں سب سے پہلے نماز ہی

---

[1] ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ جلد ہفتم صفحہ ۳۶۷

[2] الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل لعلامہ الزمخشری جلد ۱ صفحہ ۱۸۔

[3] روح المعانی جلد اوّل صفحہ ۱۰۹

[4] الجامع لاحکام القرآن جلد اوّل صفحہ ۱۶۸

[5] سورۃ البقرۃ : ۴

[6] مثلاً صحیح بخاری کتاب الایمان حدیث ۵۳

کا ذکر ہے۔

(۵) امام رازیؒ کے نزدیک مصلّی دوسرے نمبر پر آنے والے گھوڑے کو اِس لئے کہتے ہیں کہ وہ مسلسل اپنے سے اگلے گھوڑے کے پیچھے لگا رہتا ہے۔[۱]

(۶) ان معنوں کی رُو سے صلوٰۃ کے معنے اس تیز رفتار سواری کے بھی ہو سکتے ہیں جو انسان کو خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتی ہے۔ اور چونکہ ذاتِ باری تعالیٰ غیر محدود اور اس کے قرب کی منازل بے انتہاء ہیں اس لئے نمازی ایک مسلسل سفر میں رہتا ہے۔ اس کی زندگی ختم ہو جاتی ہے مگر الٰہی تجلّیات کا دائرہ غیر منتہی ہے اِس لئے اس پر کوئی بھی وقت ایسا نہیں آتا جب وہ سُست ہو جائے یا اپنا سفر چھوڑ دے اور سمجھے کہ مَیں آخری مقصود پر پہنچ چکا ہوں۔ حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"قاعدہ ہے کہ اگر انسان نے کسی خاص منزل پر پہنچنا ہے تو اس کے واسطے چلنے کی ضرورت ہوتی ہے جتنی لمبی وہ منزل ہو گی اتنا ہی زیادہ تیزی، کوشش اور محنت اور دیر تک اسے چلنا ہو گا۔ سو خدا تعالیٰ تک پہنچنا بھی تو ایک منزل ہے اور اس کا بُعد اور دُوری بھی لمبی۔ پس جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنا چاہتا ہے اور اس کے دربار میں پہنچنے کی خواہش رکھتا ہے اس کے واسطے نماز ایک گاڑی ہے جس پر سوار ہو کر وہ جلد تر پہنچ سکتا ہے جس نے نماز ترک کر دی وہ کیا پہنچے گا۔"[۲]

اپنی کتاب اعجاز المسیح میں فرماتے ہیں :-

"نماز ایک ایسی سواری ہے جو بندہ کو پروردگارِ عالم تک پہنچاتی ہے۔ اس کے ذریعہ انسان ایسے مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں گھوڑوں کی پیٹھوں پر بیٹھ کر نہ پہنچ سکتا۔ اور نماز کا شکار (ثمرات) تیروں سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا راز قلموں سے ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اور جس شخص نے اس طریق کو لازم پکڑا اس نے حق اور حقیقت کو پا لیا اور اس محبوب تک پہنچ گیا جو غیب کے پردوں میں ہے اور شک و شبہ سے نجات حاصل کر لی۔"[۳]

(۷) مادہ ص ل ی سے صَلَّی یَصْلِیْ صَلْیًا کے معنے ہیں آگ جلائی۔

۱۔ تفسیر کبیر از علامہ الفخر رازی جلد اوّل صـ ۲۹۔

۲۔ ملفوظات حضرت بانیٔ سِلسلہ احمدیہ جلد پنجم صـ ۲۵۵۔

۳۔ اعجاز المسیح صـ ۱۶۲ ایڈیشن اوّل (ترجمہ از عربی)

صَلِیَ یَصْلیٰ صَلًی وصِلَاءً کے معنے ہیں آگ میں ڈالا۔ آگ کی گرمی برداشت کی۔
صَلَی الْاَمْرَ اس نے معاملہ کی سختی برداشت کی۔
قرآن کریم میں ہے اِصْلَوْھَا الْیَوْمَ [۱] آج اس کو آگ میں ڈالو۔
یَصْلَی النَّارَ الْکُبْریٰ [۲] وہ بڑی آگ میں داخل ہوگا۔
اِن مثالوں سے ثابت ہے کہ صلی کا لفظ ایک ایسے اقدام کے لئے بولا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں انسان کو گرمی پہنچے یا آگ کا سامنا کرنا پڑے۔

پس صلوٰۃ کے لغوی معانی میں ایک سوزش اور جلن کا مضمون ہے۔ ایک آگ اور گرمی کا دخل ہے اس لحاظ سے صلوٰۃ سے مراد اللہ کی محبت کی آگ ہوگی۔ وہ عبادت یا وہ فعل جو انسان کو محبتِ الٰہی کی آگ میں جلا کر خاکستر کر دے صلوٰۃ کہلائے گا۔ قرآن کریم میں بھی یہ مضمون بیان ہؤا ہے اور تعبیر الرؤیا میں بھی آگ میں جلنے سے مراد عشقِ الٰہی کی آگ ہوتی ہے۔

سیّدنا حضرت مصلح موعود سورۃ النمل کی آیت ۹ یعنی بُوْرِكَ مَنْ فِی النَّارِ وَمَنْ حَوْلَھَا کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آگ سے مراد محبتِ الٰہی کی آگ ہے۔ فرمایا:۔

"اس آیت میں ایک عام قانونِ الٰہی بیان کیا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو محبّتِ الٰہی کی آگ میں جل رہا ہو اس کو برکت دی جاتی ہے ..... بلکہ اس کے ہم صحبت بھی برکت پاتے ہیں محبت کو دُنیا کی تمام زبانوں میں آگ سے تشبیہہ دی جاتی ہے اور رؤیا وکشوف میں بھی اگر کوئی شخص اپنے آپ کو آگ میں جلتا ہؤا دیکھے تو اس کی تعبیر یہ ہوتی ہے کہ وہ عشقِ الٰہی کے مقام کو حاصل کرے گا.....

پُرانے زمانے میں دِلّی کے ایک بزرگ تھے ان کے پاس ایک دفعہ ان کا ایک مرید آیا اور اس نے کہا کہ ہمارا جو یہ خیال ہے کہ حضرت کرشن اور حضرت رام چندر جی ہندوستان کے نبی تھے یہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک آگ جل رہی ہے اور حضرت کرشن جی تو اس کے اندر ہیں اور حضرت رام چندر جی اس کے کنارہ پر کھڑے ہیں۔

وہ بزرگ کہنے لگے تم نے اس خواب کی تعبیر غلط سمجھی ہے۔ آگ کے معنی محبّتِ الٰہی کی آگ کے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ بتایا ہے کہ کرشن جی خدا تعالیٰ کی محبت میں بہت

---

[۱] سورۃ یٰسٓ : ۶۵ [۲] سورۃ الاعلیٰ : ۱۳

بڑھے ہوئے تھے اور رام چندر جی ان سے کم درجہ کے تھے اِسی لئے حضرت کرشن جی تو آگ کے اندر جلتے ہوئے دکھائی دیئے اور رام چندر جی آگ کے کنارہ پر کھڑے ہوئے نظر آئے۔"[1]

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے صلوٰۃ کے انہی معنوں کو ترجیح دی ہے فرماتے ہیں:۔

"صلی جلنے کو کہتے ہیں جیسے کباب بھُونا جاتا ہے اسی طرح نماز میں سوزش لازمی ہے جب تک دل بریاں نہ ہو نماز میں لذّت اور سرور پیدا نہیں ہوتا اور اصل تو یہ ہے کہ نماز ہی اپنے سچے معنوں میں اُسی وقت ہوتی ہے۔"[2]

پھر فرمایا:۔

"صلوٰۃ کا لفظ اِس امر پر دلالت کرتا ہے کہ نرے الفاظ اور دعا ہی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ضروری ہے کہ ایک سوزش، رقّت اور درد ساتھ ہو۔ خدا تعالیٰ کسی دعا کو نہیں سُنتا جب تک دعا کرنے والا موت تک نہ پہنچ جاوے۔"[3]

"صلوٰۃ کا لفظ ہی سوزش پر دلالت کرتا ہے جب تک انسان کے دل میں ایک قسم کا قلق اور اضطراب پیدا نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آرام کو نہ چھوڑے تب تک کچھ بھی نہیں۔"[4]

(۸) صلوٰۃ کے انہی معنوں کا ایک پہلو یہ ہے کہ وہ چیز جو گناہوں اور غیراللہ کی محبت کو جلادے صلوٰۃ کہلاتی ہے جیسا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ[5]

یعنی نماز سب بُری اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔

مومن اوّل تو گناہوں کے قریب نہیں جاتے لیکن اگر غلطی سے کوئی گناہ کر بیٹھیں تو ان کی نماز ان کے گناہوں کو مٹانے کا موجب بن جاتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

---

۱ تفسیر کبیر حضرت مصلح موعود جلد ۷ صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹ ۲ ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جلد ۱ صفحہ ۴۳۳

۳ ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جلد ۹ صفحہ ۱۰۹ ۴ ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جلد ۹ صفحہ ۴۴۶

۵ سورۃ العنکبوت: ۴۶

اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَ الْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَالَمْ يَغْشَ الْكَبَائِرَ۔ [1]

یعنی ہر نماز اپنے سے پہلی نماز کے درمیانی وقفہ میں کئے جانے والے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے اور اسی طرح ہر نماز جمعہ پہلی نماز جمعہ کے درمیانی گناہوں کو مٹانے کا باعث ہے جبکہ وہ کبائر سے بچتا رہے۔

اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے دوسری جگہ فرمایا:۔

"جس نے میرے وضو جیسا وضو کیا اور ظہر کی نماز پڑھی تو اس کا ہر وہ گناہ جو صبح سے لے کر اس وقت تک ہؤا معاف کر دیا جاتا ہے۔ پھر عصر کی نماز پڑھے تو ہر وہ گناہ جو اس نے ظہر و عصر کے درمیان کیا معاف کر دیا جاتا ہے۔ پھر مغرب کی نماز پڑھے تو اس کا ہر وہ گناہ جو عصر و مغرب کے درمیان ہؤا معاف کر دیا جاتا ہے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھے تو اس کا ہر وہ گناہ معاف کر دیا جاتا ہے جو مغرب اور عشاء کے درمیان ہؤا۔ پھر وہ آدمی اس حالت میں رات گزارے کہ رات بھر زمین پر کروٹیں بدلتا رہے اس کے بعد اُٹھ کھڑا ہؤا اور وضو کیا اور صبح کی نماز پڑھی تو اس کے لئے ہر وہ خطا جو صبح اور عشاء کے درمیان ہوئی معاف کر دی جاتی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی

اِنَّ الحسنات یذھبن السیّئات [2]

یہی وہ نیکیاں ہیں جو بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔" [3]

پس نماز کو صلوٰۃ کا نام دینے کی ایک وجہ اس کا گناہ سوز عبادت ہونا ہے۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"وہ اندر جو گناہوں سے بھرا ہؤا ہے اور جو خدا تعالیٰ کی معرفت اور قرب سے دُور جا پڑا ہے اس کو پاک کرنے اور دُور سے قریب کرنے کے لئے نماز ہے۔ اس ذریعے ان بدیوں کو دُور کیا جاتا ہے اور اس کی بجائے پاک جذبات بھر دیئے جاتے ہیں۔ یہی سِر ہے جو کہا گیا ہے کہ نماز بدیوں کو دُور کرتی ہے یا نماز فحشاء یا منکر سے روکتی ہے۔

پھر نماز کیا ہے؟ یہ ایک دعا ہے جس میں پورا درد اور سوزش ہو۔ اسی لئے اس کا نام صلوٰۃ ہے کیونکہ سوزش اور رقت اور درد سے طلب کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بد ارادوں

---

[1] جامع ترمذی ابواب الصلوٰۃ۔ حدیث ۲۱۴۔ [2] سُورۃ ہُود : ۱۱۵۔
[3] مسند احمد بن حنبل جلد ۱ صفحہ ۷۱۔

اور بُرے جذبات کو اندر سے دُور کرے اور پاک محبت اس کی جگہ اپنے فیضِ عام کے ماتحت پیدا کر دے۔"[1]

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعتِ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"آگ کے دو پہلو ہیں ایک آگ وہ ہے جو عشقِ الٰہی کی آگ ہے اور وہ سوز و گداز پیدا کرتی ہے اور دوسرے یہی آگ جلانے کے معنی بھی رکھتی ہے یعنی یہ آگ گناہوں اور غیر اللہ کی محبت کو جلا دیتی ہے اور وہ موت وارد کر دیتی ہے جس میں انسان سوائے خدا کے باقی سب کے لئے مر جاتا ہے ..... اگر یہ محبت کی آگ زیادہ روشن ہو جائے۔ اس کا الاؤ زیادہ بھڑک اٹھے اس وقت پھر تمام غیر اللہ پر، تمام نفسانی خواہشوں پر موت وارد ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اس آگ میں جل جاتی ہیں۔"[2]

(۹) صَلّٰی یُصَلِّی کا لفظ بابِ تفعیل سے ہے اور اس باب میں یہ خاصیت ہے کہ جس معنی کے لئے اصل لفظ ہے اس کے برعکس معنی پیدا کر دیتا ہے مثلاً مَرِضَ وہ بیمار ہوا اور مَرَّضَ اسے شفا دے دی۔ پس صَلّٰی کے معنے ہوں گے اس نے آگ کو دُور کر دیا اور صلوٰۃ کے معنی جہنّم کی آگ سے بچانے والی چیز۔

یزید بن ابی دیم بیان کرتے ہیں کہ مَیں نماز جمعہ کے لئے جا رہا تھا کہ عبایہ بن رفاعہ مجھے راستہ میں ملے انہوں نے فرمایا تجھے بشارت ہو کیونکہ تیرے قدم اللہ کے رستہ میں اٹھ رہے ہیں۔ مَیں نے ابوعبس رضی اللہ عنہ سے سُنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قدم جو اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوتے ہیں وہ جہنّم کی آگ پر حرام کر دیئے جاتے ہیں۔[3]

ایک دوسری حدیث میں حضورؐ نے فرمایا کہ وہ آدمی دوزخ میں داخل نہ ہو گا جس نے اللہ کے خوف سے آنسو بہائے۔[4]

ایک جگہ فرمایا ان آنکھوں کو جہنّم کی آگ نہیں چھوئے گی جو خشیتِ الٰہی سے نم ہو گئیں۔[5]

۱؎ ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جلد ۹ صفحہ ۱۰۸۔

۲؎ خطبہ جمعہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ فرمودہ ۶؍دسمبر ۱۹۸۵ء مطبوعہ ضمیمہ ماہنامہ خالد ربوہ اکتوبر ۱۹۸۶ء صفحہ ۸

۳؎ جامع ترمذی ابواب فضائل الجہاد حدیث نمبر ۱۶۳۲۔ ۴؎ جامع ترمذی ابواب فضائل الجہاد حدیث نمبر ۱۶۳۳

۵؎ جامع ترمذی ابواب فضائل الجہاد حدیث نمبر ۱۶۳۹۔

(۱۰) بعض نے کہا ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ اِس بات سے ماخوذ ہے کہ جب کہا جائے صلّٰی عصاہ علی النّار تو اس کے معنے ہوتے ہیں اپنی لاٹھی کو آگ دکھا کر نرم اور سیدھا کیا۔ اس سے امام رازیؒ نے یہ مراد لی ہے کہ نمازی صلوٰۃ کے ذریعے اپنے ظاہر و باطن کی درستی کی کوشش کرتا ہے اور کجی کو دُور کر کے سیدھا اور کھرا ہونے کی خواہش رکھتا ہے اِس لئے نماز کو صلوٰۃ کہا جاتا ہے۔[1]

(۱۱) لاٹھی کو آگ پر گرم کر کے نرم کیا جاتا ہے اور پھر اس کی درستی کی جاتی ہے۔ اس پہلو سے صاحبِ قرطبی نے کہا ہے کہ نمازی اپنے دل کو نرم کرتا ہے اور اس کے دِل میں خشوع و خضوع پیدا ہوتا ہے جس کے بعد وہ شریعت کے مطابق بالکل سیدھا ہو جاتا ہے۔[2]

(۱۲) صلوٰۃ کے ایک معنیٰ جھکانے اور اپنی طرف مائل کرنے کے بھی ہیں۔ اِس لحاظ سے صلوٰۃ کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ چیز ہر دوسری چیز پر غالب آجائے اور اسے جُھکا کر سرنگوں کر دے۔ جنگِ بدر میں نماز ہی کی خاطر تو مسلمانوں کو غالب کیا گیا تھا اور دشمنوں کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا اور جب تک سچّی نماز قائم رہی یہی واقعہ بار بار دہرایا جاتا رہا۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"جو شخص نماز میں اللہ تعالیٰ کے لئے عاجزی سے جُھکتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے بادشاہوں کو جُھکا دیتا ہے اور اس مملوک بندہ کو مالک بنا دیتا ہے۔"[3]

(۱۳) صَلی کے ایک معنی وابستگی اور لزوم کے ہیں۔ صلی بالنّار ای لزمھا یعنی صلوٰۃ وہ چیز ہے جو انسان کو خدا کے ساتھ ملا دے اور رابطہ پیدا کر دے۔ احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس مضمون کو رباط کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

مکارہ یعنی طبیعت کی ناپسندیدگی اور روکوں کے باوجود عمدگی سے وضو کرنا۔ کثرت سے مساجد کی طرف قدم اُٹھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا فرمایا یہ رباط ہے۔ یہ رباط ہے یہ رباط ہے۔[4]

یعنی یہ وہ کامل ذرائع ہیں جن کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے سچّا اور حقیقی تعلق پیدا ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا کہ انسان عبادت کے ذریعہ اپنے رب کے قریب تر ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جن سے وہ پکڑتا ہے اس کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سُنتا

(باقی ص ۴۴ پر)

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۱ ص ۲۹ [2] الجامع لاحکام القرآن جلد ۱ ص ۱۶۹

[3] اعجاز المسیح ص ۱۶۳ ایڈیشن اوّل (ترجمہ از عربی) [4] جامع ترمذی ابواب الطھارۃ حدیث ۵۱، ۵۲

قیادت ذہانت و صحتِ جسمانی (ہدایات و تبصرہ)

(یہ مضمون ناظمین و زعماء کرام کے اجلاس مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۸۶ء میں پڑھ کر سنایا گیا)

میرے نزدیک شعبۂ ذہانت و صحتِ جسمانی کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ انصار کے ذہنوں میں صحت کی اہمیّت کو واضح کیا جائے اور ان میں صحت کا شعور پیدا کیا جائے یعنی جیسا کہ انگریزی میں کہتے ہیں انہیں HEALTH-CONSCIOUS بنایا جائے۔ مغربی اقوام HEALTH-CONSCIOUS ہونے کے اعتبار سے ہم سے بہت آگے ہیں لیکن ہم نے مغربی اقوام کی طرح انصار میں صحت کا شعور نہیں پیدا کرنا ہمارا ایک اور نقطۂ نظر ہے اور وہ نقطۂ نظر قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے اور اسی نقطۂ نظر کو ملحوظ رکھتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صحت کی اہمیّت اور افادیّت کے بارہ میں بہت کچھ فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

(۱) وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ (بقرہ : ۱۴۹)

(۲) اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ۔ (انبیاء : ۹۱)

فرمایا ہر زندہ قوم کا کوئی نہ کوئی مطمحِ نظر ہوتا ہے جو وہ اپنے پر مسلّط کر لیتی ہے اور اس کی ہر سوچ اور ہر عمل اور ہر حالتِ سکون اور ہر حرکت اس مطمحِ نظر کے تابع ہوتے ہیں اور اسی سے اس قوم کی زندگی اور اس کی ترقی کا راز وابستہ ہوتا ہے۔ جس وقت وہ قوم اپنے مطمحِ نظر کو بھول جاتی ہے اور اس کا مقصد اس کی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو وہ قوم مر جاتی ہے۔ فرمایا تمہاری زندگی اور تمہاری ترقی کا راز بھی اسی بات میں ہے کہ تمہارا ایک مطمحِ نظر ہو جس کو تم کلّیۃً اپنے پر مسلّط کر لو۔ لیکن تم اَور قوموں کی طرح نہیں ہو بلکہ تم ایک الٰہی جماعت ہو جس کا مطمحِ نظر خدا تعالیٰ نے خود مقرر فرمایا ہے اور وہ مطمحِ نظر یہ ہے کہ تم "خیرات" میں یعنی نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو اور

پھر "خیرات" کی تفسیر کرتے ہوئے اگلی آیت میں فرمایا کہ اللہ کے بندوں کے بارہ میں جب یہ کہا جاتا ہے کہ وہ نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ کی طرف ہمیشہ متوجہ رہتے ہیں اور رغبت اور شوق کے ساتھ اپنی زبان سے اپنے دل اور اپنے عمل سے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں اور ہمیشہ خدا کی خشیّت سے ان کے دل بھرے رہتے ہیں۔ غرض خدا کی ذات وہ محور ہوتی ہے جس کے گرد ان کی زندگی گھومتی ہے اور وہی ذات ان کی مطمح نظر ہوتی ہے۔

اِس نقطۂ نظر سے جب ہم صحت کے موضوع پر غور کرتے ہیں تو اس میں ایک اچھوتا مضمون پیدا ہو جاتا ہے۔ مومن اپنے آپ کو صحت مند اِس لئے رکھتا ہے کہ وہ قوت اور طاقت اور چُستی اور انشراح اور رغبت کے ساتھ عبادت کو اس کے وسیع تر مفہوم میں ادا کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحت کا ہونا اِس لئے ضروری ہے کہ عبادت کے تقاضوں کو کما حقہٗ پورا کیا جا سکے اور انہی معنوں میں ہم نے انصار میں صحت کے بارہ میں شعور پیدا کرنا ہے اور اُن پر یہ بات واضح کرنی ہے کہ انسانی صحت بھی عبادت کے موجبات میں سے ایک بڑا موجب ہے اور عدم صحت کے نتیجہ میں عبادت اثر انداز ہوتی ہے اور اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی کہ ہماری عبادت کسی وجہ سے منفی رنگ میں متاثر ہو جائے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے دوسرے مقامات میں وضاحتاً اور اشارتاً صحت کے مضمون کو عبادت کے مضمون کے ساتھ باندھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت باریکیوں میں اور بڑی تفصیل میں جا کر صحت کے مضمون کو اُمّت پر واضح کیا ہے لیکن جس طرح ہم اس شعبہ کو چلا رہے ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک یہ ثانوی اور غیر اہم حیثیت کا حامل ہے اور یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ خانہ پُری کی غرض سے سرسری کام کر کے اور سَیر اور دانتوں کی صفائی کے بارہ میں چند اعداد و شمار مرکز میں بھیجنے کے بعد ہم اس شعبہ سے متعلق اپنی ذمّہ داری سے عہدہ برآ ہو جائیں گے۔

مَیں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اِس شعبہ کو نئی بنیادوں پر چلانا ہو گا اور دو مقاصد سامنے رکھ کر اُن کو ازسرِ نَو فعّال بنانا ہو گا۔ اوّل یہی مقصد کہ کس طریق سے اور کن ذرائع کو بروئے کار لا کر صحت کا صحیح تصوّر اور شعور انصار میں پیدا کیا جائے اور دوسرا مقصد یہ کہ کن ذرائع کو استعمال کر کے انصار کی عمومی صحت کے معیار کو بلند کیا جائے۔ قبل اِس کے کہ مَیں ان مقاصد کی تفصیلات میں جاؤں ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

ایک بات جو مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ شہری اور دیہاتی مجالس کے پروگراموں سے تعلق رکھتی ہے

بعض کام تو ایسے ہوں گے جو ہم ہر قسم کی جماعت میں کر سکیں گے لیکن بعض کام ایسے ہیں جو صرف شہری مجالس میں ہو سکتے ہیں اور ہونے چاہئیں ان کی کسی قدر تفصیل آگے بیان کروں گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ صحت کے شعبہ کا تعلق صرف شخصی صحت سے نہیں بلکہ ماحول کی صفائی اور اس میں صحت مند فضا پیدا کرنے سے بھی ہے اور اِن باتوں کا تعلق انفرادی صحت سے بہت گہرا ہے اِسی لئے اسلام نے اس پر بڑا زور دیا ہے ماحول کی صفائی انفرادی صحت پر منفی اور مثبت رنگ میں بڑے گہرے اثر چھوڑتی ہے اِس لئے ہمارے پروگراموں کا ایک حصّہ اس شعبۂ زندگی کے لئے بھی وقف ہونا چاہیئے جس کے لئے ہمیں بعض مواقع پر انصار اللہ کے شعبۂ وقارِ عمل سے بھی تعاون حاصل کرنا ہوگا سردست آپ سے میری یہ درخواست ہے کہ آپ واپس جا کر آپس میں مشورہ کر کے اِس بارہ میں کوئی سکیم بنا کر فوری طور پر اس پر عمل شروع کر دیں اور مرکز کو بھی اپنی سکیم سے مطلع کریں نیز ہمیں ایسے ٹھوس مشورے بھی بھیجیں جن پر ہم یہاں بھی غور کر کے ان کی روشنی میں آپ کو کوئی مزید ہدایات دے سکیں۔

اَب مَیں اُن مقاصد کی طرف آتا ہوں جن کا ذکر مَیں نے اُوپر کیا ہے۔ جہاں تک پہلے مقصد یعنی اس بات کا تعلق ہے کہ انصار کو کیسے HEALTH-CONSCIOUS بنایا جائے اِس کے لئے سرِدست میرے ذہن میں چند تجاویز ہیں اوّل یہ کہ انصار اللہ کے اجتماعات کے موقع پر خواہ وہ لوکل سطح پر ہوں یا ضلعی سطح پر ان کے پروگرام میں ایک حصّہ صحتِ جسمانی کے لئے معیّن ہونا چاہیئے جس میں صحت سے متعلق مختلف موضوعات پر تقاریر کروائی جائیں دوسرے شہروں میں شعبۂ صحتِ جسمانی کے تحت ایسے اجلاسات کروانے چاہئیں جن میں ڈاکٹروں اور دوسرے ماہرین کے POPULAR LECTURES مختلف موضوعات پر کروائے جائیں۔ کراچی، لاہور، اسلام آباد وغیرہ شہروں میں ان کا اہتمام بڑی آسانی سے ہو سکتا ہے۔ آپ ہر سہ ماہی کے لئے ان لیکچرز کے بارہ میں معیّن پروگرام بنا کر بھجوائیں۔ SLIDES اور VIDEO TAPE وغیرہ کے ذریعہ ان پروگراموں کو بڑا دلچسپ بنایا جا سکتا ہے اور ایسے دیہاتوں میں بھی جہاں احمدی آبادی کافی تعداد میں ہے ان پروگراموں کو چلایا جا سکتا ہے۔ ناظمینِ اضلاع کو اِس بارہ میں معیّن سکیم بنا کر بھیجنی چاہیئے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم سنجیدگی سے کوشش کریں تو اپنی دیہاتی آبادی کے لئے بھی ہم یہ پروگرام بڑے دلچسپ رنگ میں چلا سکتے ہیں۔ پھر ایسے مضامین اور تقاریر کے مسوّدات ہمارے پاس مرکز میں آجائیں تو ہم انہیں ماہنامہ انصار اللہ میں شائع کر سکتے ہیں۔ یہ کوشش بھی کی جا رہی ہے کہ انصار اللہ مرکزیہ کی طرف سے صحت سے متعلق ایک دلچسپ رسالہ (جس کی ابتدائی تیاری ہو چکی ہے) شائع کر کے جلد مجالس میں پہنچا دیا جائے۔

ادارِیہ

کُلُّ عَامٍ وَّ اَنْتُمْ بِخَیْر

نئے سال کی مبارکبادی اور تہنیت کے لئے "سبو اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا" کے مصداق مختلف دائرہ ہائے تمدّن نے مختلف پیمانے بنا رکھے ہیں لیکن اگر بنظرِ غائر ان کا جائزہ لیا جائے تو بنیادی پیمانے صرف دو رہ جاتے ہیں جن پر آ کر ان سب کی تان ٹوٹتی ہے۔ ایک پیمانے سے فلسفۂ مادیت چھلکتا ہے تو دوسرے پیمانے سے حکمتِ روحانیت جھلکتی ہے۔

مادی فلسفۂ حیات کا نچوڑ یہ ہے کہ حیات کا مقصد مادی لذّات، شہوانی کیفیات اور نفسانی خواہشات کی تسکین حاصل کرنا ہے۔ شراب کا دَور، رقص و سرود کی محفلیں، موسیقی و تغزّل کی انجمنیں اور حیاسوز اختلاط کی مجلسیں ان کا منتہائے مقصود ٹھہرتا ہے۔ وہ ایک سال کے اختتام اور اگلے سال کے آغاز کی خوشی میں عیش و عشرت کے ہر اس پہلو میں جوش دکھاتے ہیں جو سال کے دَوران کسی وجہ سے تشنہ رہ گیا تھا اِس پیمانے کی لذّات سے صرف مغرب ہی مخمور نہیں بلکہ مشرق بھی اسی کی مستی میں مخمور ہے۔ اور سب سے زیادہ افسوسناک، قابلِ ندامت اور باعثِ ذلّت و نکبت یہ امر ہے کہ "اسلام" "اسلام" کا صرف نعرہ لگانے والے اور نفاذِ شریعت کا محض عَلم بلند کرنے والے بھی اسی کے دامِ تزویر کا شکار ہیں۔

چنانچہ روزنامہ جنگ نے اپنی اشاعت ۲ جنوری ۱۹۸۷ء صفحہ ۱، ۸ کالم ۱، ۸ میں اس کی ادنیٰ سی جھلک دکھائی ہے۔

"ہیپی نیو ائیر"! "رقص و سرود کی محفلیں اور شراب کا مہنگا شوق"

"لاہور (وقائع نگار خصوصی) صوبائی دار الحکومت میں امسال رات گئے سال ۱۹۸۷ء کی آمد پر گذشتہ برسوں کی نسبت لوگوں کے ایک مخصوص حلقے میں زیادہ جوش و خروش دیکھنے میں آیا۔ اِس سلسلے میں جہاں بعض ہوٹلوں میں خصوصی تقریبات ہوئیں وہاں شہر کے بعض علاقوں میں واقع لوگوں کی کوٹھیوں میں رقص و سرود کی محفلیں ہوئیں۔ اگرچہ پولیس ذرائع کے مطابق انہوں نے شراب کی روک تھام کے لئے خصوصی انتظامات کئے تھے تاہم اِس مرتبہ بھاری

جہاں تک دوسرے مقصد یعنی اِس بات کا تعلق ہے کہ عمومی صحت کے معیار کو کیسے بلند کیا جائے اس کے لئے گذشتہ سال کی سکیم میں بہت سی باتیں آچکی ہیں لیکن مجھے افسوس ہے کہ ان ہدایات کی طرف کماحقّہٗ توجہ نہیں دی گئی اور صحت کا شعبہ بیماری کی حالت میں پڑا رہا۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں اس وقت ان کی تفصیل میں نہیں جاسکتا۔ نئے لائحہ عمل میں پچھلی ہدایات بھی قائم رکھی جائیں گی اور کچھ مزید ہدایات بھی دی جائیں گی آپ ان کی روشنی میں تفصیلی پروگرام بنائیں جس کی اطلاع مرکز کو بھجوا دیں اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ تاہم ایک بات ایسی ہے جس کا اِس وقت خصوصی طور پر ذکر کرنا چاہتا ہوں جو آئندہ پروگرام میں شامل کر لی جائے گی اس کا تعلق بڑے شہروں کی مجالس سے ہے یعنی کراچی، لاہور، اسلام آباد وغیرہ۔ کوشش کرنی چاہیئے کہ ان شہروں کے انصار گولف، ٹینس وغیرہ کھیلوں میں اپنی دلچسپی کو بڑھائیں۔ ان شہروں میں ان کھیلوں کی جو کلب (CLUBS) قائم ہیں ان کی ممبرشپ کے حصول کا جائزہ لیا جانا چاہیئے اور پھر کوشش کرنی چاہیئے کہ جو انصار ان میں شامل ہو سکیں وہ ان میں شامل ہوجائیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم کوشش کریں تو بعض شہروں میں ہم خود اپنے HEALTH CLUBS کو بھی آرگنائز (ORGANIZE) کر سکتے ہیں مثلاً لاہور یا کراچی میں طوعی طور پر بغیر مرکز یا لوکل انصاراللہ پر بوجھ ڈالے ایسی CLUBS قائم ہوسکتی ہیں جہاں مثلاً ورزش کی سہولتیں بھی ہوں ٹینس اور دوسرے کھیلوں کا انتظام بھی ہو اگر فی الحال ہم امسال کراچی اور لاہور میں ایسی CLUBS قائم کر دیں تو اس تجربہ کی بناء پر آئندہ سالوں میں دوسرے شہروں میں ہم اِس پروگرام کو پھیلا سکتے ہیں۔ مَیں امید کرتا ہوں کہ لاہور اور کراچی کی انصاراللہ اس کی طرف ضرور توجہ دیں گی اور ایک ماہ کے اندر اندر اِس سلسلہ میں کوئی معیّن سکیم بنا کر مرکز کو بھیج دیں گی۔

اِس شعبہ کا تعلق ذہانت سے بھی ہے۔ دراصل صحتِ جسمانی کا تعلق جسم کی قوّت اور طاقت سے ہے اور اس کے نتیجہ میں قویٰ کی مضبوطی، مشقّت کی انشراح کے ساتھ برداشت کی عادت اور محنت کی قوّت پیدا ہوتی ہے اور ذہانت کا تعلق دماغ کی صحت اور ذہنی قوّتوں کی نشوونما سے ہے اور اس کے نتیجہ میں صحتِ فکر پیدا ہوتی ہے۔ جسم کی صحت عمل کی قوّت کو اُبھارتی اور اسے سہارا دیتی ہے اور ذہانت انسانی عمل میں حُسن پیدا کرتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ انسان کوشش سے اپنی استعدادوں کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتا لیکن یہ بھی درست ہے کہ جسمانی قوّتوں کو بھی اور ذہانت کو بھی مشق سے بڑھایا جاسکتا ہے۔ ہمیں ایسے پروگرام بنانے چاہئیں جن میں ان دونوں قوتوں کو مشق مِل سکے اور ہر شخص اپنی اپنی استعداد کے دائرہ میں انہیں کمال تک پہنچا سکے۔ اِس وقت

مَیں ذہانت کی بات کر رہا ہوں۔ ذہانت کی مشق کے لئے ہمیں دُور جانے کی ضرورت نہیں۔ یہ یقینی بات ہے کہ قرآن کریم پر غور کے نتیجہ میں ذہنوں میں جِلاء، حافظہ میں قوّت اور ذہانت میں کمال پیدا ہوتا ہے اور یہی قرآن کا میدان ہمارا میدان ہے۔ صفاتِ باری پر غور سے ذہانت بڑھتی ہے اور جس اصول اور ترتیب سے قرآن نے صفاتِ باری کا مضمون بیان کیا ہے اس پر غور کی عادت ڈالنی چاہیئے۔ قرآن کریم نے مخالفوں پر جو اعتراضات کئے ہیں اور جس طرح مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں اُن پر تدبّر سے ذہانت بڑھتی ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے مختلف قسم کی انسانی سوچوں کی نشاندہی کی ہے اور ان کی کمزوریاں بیان کی ہیں۔ اِسی طرح صحیح سوچ کے خطوط متعیّن کئے ہیں ان سب پر غور و تدبّر سے ذہانت بڑھتی ہے۔ اِسی طرح قرآن کریم نے مختلف CONTEXTS میں جو دلائل دیئے ہیں اور جس طرح انسانی فکر کی کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے اُن پر غور کرنے سے ذہانت بڑھتی ہے۔ آخر یہ قرآن ہی تو تھا جس نے عرب کی اُمّی قوم کو ذہانت اور علم کے میدان میں ساری دُنیا پر غالب کر دیا اور ان کی سوچ اور ان کے عمل میں ایک حُسن اور نکھار پیدا کر دیا۔ ایسے پروگرام بنانے چاہئیں کہ مثلاً قرآن کریم کی کوئی آیت لیکر انصار کو دے دی جائے یا قرآن کریم نے جن آیات میں صفاتِ باری کے مضمون کو بیان کیا ہے وہ انصار کو دی جائیں اور پھر ان سے کہا جائے کہ آئندہ کسی اجلاس میں ان پر غور کرنے کے بعد ان کے مطالب کو بیان کریں۔ مَیں ایک مثال دیتا ہوں۔ سورۃ نجم میں فرمایا:-

اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ۝ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَ الْاُوْلٰی (آیت ۲۵،۲۴)

ترجمہ:- کیا انسان جس چیز کی خواہش کرے اُسے ضرور مل جاتی ہے۔ ہر چیز کا آخر و اوّل تو خدا کے ہاتھ میں ہے۔

بظاہر ان دو آیات میں کوئی جوڑ نہیں لگتا لیکن اگر آپ غور کریں تو ان میں ایک بڑا لطیف اور وسیع مضمون بیان کیا گیا ہے۔ فرمایا کہ تم سوچتے ہو کہ کیا انسان کو ہر چیز اس کی خواہش کے مطابق مل جاتی ہے یا نہیں۔ فرمایا ہم تمہیں اس کا جواب بتاتے ہیں اور اس کا جواب یہ ہے کہ مِل بھی سکتی ہے اور نہیں بھی مِل سکتی۔ اگر تم اپنی خواہشات کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو اپنی خواہشات کو خدا کی مرضی کے تابع کر دو کیونکہ اسباب کا پیدا کرنا اور نتائج کا نکالنا خدا کے ہاتھ میں ہے اور جب تمہاری خواہشات اُس کی مرضی کے تابع ہو جائیں گی تو ان کے نتائج نکل آئیں گے ورنہ نہیں۔ مَیں نے صرف ایک مثال دی ہے یہ بتانے کے لئے کہ قرآن کریم ایک ایسا وسیع میدان ہے جس میں اپنے ذہنوں کو دوڑا کر آپ اپنی ذہانت کو بڑھا سکتے ہیں۔ پس قرآن کریم کی آیات پر تدبّر کروانے کے پروگرام بنوائیں۔ یہ حقیقت

ہے کہ ہمارے تمام شعبے قرآن کی خدمت کے لئے ہیں اور قرآن کریم کے انوار سے مستفیض ہونے کے لئے ہیں۔ قرآن کریم کو چھوڑ کر تعلیم کا شعبہ تعلیم کا شعبہ تو کہلا سکتا ہے لیکن وہ انصار اللہ کا شعبۂ تعلیم نہیں کہلا سکتا۔ قرآن کریم کو چھوڑ کر تربیت کا شعبہ شعبۂ تربیت تو کہلا سکتا ہے لیکن وہ جماعتِ احمدیہ کی مجلس انصار اللہ کا شعبۂ تربیت نہیں کہلا سکتا۔ قرآن کریم کو چھوڑ کر صحتِ جسمانی اور ذہانت کا شعبہ اس نام سے تو یاد کیا جا سکتا ہے لیکن وہ انصار اللہ کا شعبہ صحتِ جسمانی اور ذہانت نہیں کہلا سکتا۔ خدا کرے کہ ہم قرآن کریم کی برکات سے فائدہ اٹھانے والے ہوں اور ہر میدان میں تمام دنیا سے آگے نکل جائیں۔

لفظ صلوٰۃ کے استعمال میں حکمت ــــ بقیہ صفحہ ۳۴

ہے۔ اس کی آنکھیں بن جاتا ہے جن سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتا ہے۔
(صحیح بخاری کتاب الرقاق۔ حدیث نمبر ۶۵۰۲)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ انہی معنوں کی رُو سے فرماتے ہیں:۔

"اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق، حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو تو نماز پر کاربند ہو جاؤ اور ایسے کاربند بنو کہ تمہارا جسم نہ تمہاری زبان بلکہ تمہاری روح کے ارادے اور جذبے سب کے سب ہمہ تن نماز ہو جائیں۔" (ملفوظات حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ جلد اول صفحہ ۱۰۱)

اداریہ ــــ بقیہ صفحہ ۴

زیادہ سمتوں سے زیادہ بھرپور طور پر پہنچتا رہے۔ اللہ کرے ہمیں اس عہد کو نبھانے کی توفیق ملے اور ہمارا یہ سال اس طرح ختم ہو کہ گذرتا ہوا وقت ہمیں یہ مبارکباد دے رہا ہو کہ تم نے اپنے ایک مبارک عہد کو خوب نبھایا۔"

ماہنامہ انصار اللہ سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینجر ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان

• حضرت مصلح موعود وقفِ جدید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اِس لئے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں مَیں اِس فرض کو تب بھی پُورا کروں گا۔ اگر جماعت کا ایک فرد بھی میرا ساتھ نہ دے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو الگ کر دے گا جو میرا ساتھ نہیں دے رہے اور میری مدد کے لئے فرشتے آسمان سے اتارے گا" (الفضل، جنوری ۱۹۵۸ء)

• حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب نوّر اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں:۔

"رحمت کا ایک دروازہ جو ہم پر کھولا گیا ہے وہ وقفِ جدید کا دروازہ ہے۔ اِس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمت کمانے کا سامان کر دیا ہے"

• حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔

"وقفِ جدید میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ساری جماعت نے ہر پہلو اور ہر جہت سے غیر معمولی ترقی کی ہے گذشتہ سال کی وصولی کے مقابلہ میں اس سال تین لاکھ تراسی ہزار روپے اضافہ ہُوا ہے اور ایسے علاقے جہاں پر جماعت احمدیہ کو خاص طور پر مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے وہاں اس میں زیادہ اضافہ ہُوا ہے"۔

پھر فرمایا:۔ جماعت احمدیہ عالمگیر اگر اس طرح اپنے خدا کے حضور قربانیاں پیش کرتی رہے کہ خدا کے قلبِ صافی پر جماعت کی قربانیوں کے حسین نقش جمتے رہیں اور جس طرح اس اندھیرے میں ہونیوالے جھاکوں کا مزہ آسمان پر خدا اُٹھا رہا تھا اسی طرح ہمارے سب کے دِلوں میں گزرنے والے جذبات کا مزہ آسمان پر عرش کا خدا اٹھانے لگے اور کہے کہ اے میرے بندو میری تم پر تحسین اور پیار کی نظر ہے جو کچھ تم دے رہے ہو مَیں سب قبول کرتا ہوں"۔

(قائد وقفِ جدید مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

سالِ نو کا نیا عزم

"اے میرے بھائیو! بہنو! میرے بیوی بچو! میرے بڑو اور میرے چھوٹو! اے مسلمانو اور غیر مسلمو! مَیں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں کہ مَیں ایک نئے عزم کے ساتھ اِس سال میں داخل ہو رہا ہوں کہ مجھ سے تم تک بھلائی پہلے سے زیادہ قوّت اور شدّت کے ساتھ پھُوٹ کر پہنچے گی اور مَیں بالارادہ یہ کوشش کروں گا کہ میرا فیض نسبتاً زیادہ عام ہو اس میں پہلے سے زیادہ قوّت ہو اور اس میں کم تعصّبات پائے جائیں مَیں پہلے سے بڑھ کر کوشش کروں گا کہ سب سے بڑا فیض رساں وجود یعنی حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض جس طرح ہر خاص وعام کے لئے، ہر شرق و غرب میں بسنے والے کے لئے عام تھا۔ اِنسانوں کے لئے بھی تھا اور جانوروں کے لئے بھی تھا، جانداروں کے لئے بھی تھا اور بے جانوں کے لئے بھی تھا اسی طرح مَیں بھی اپنے فیض کو ہر اُس سمت میں آگے بڑھانے کی کوشش کروں گا جس سمت میں حضرت اقدس محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض موجیں مارتا ہؤا بڑھتا رہا...... اللہ کرے ہمیں اِس عہد کو نبھانے کی توفیق ملے اور ہمارا یہ سال اِس طرح ختم ہو کہ گذرتا ہؤا وقت ہمیں یہ مبارکباد دے رہا ہو کہ تم نے اپنے ایک مبارک عہد کو خوب نبھایا۔"

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت امام جماعتِ احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۸۷ء)

مالیت کی شراب خریدی گئی۔ اس سلسلے میں جہاں لوگوں نے اپنا اثر و رسوخ استعمال کیا وہاں پرمٹ ہولڈرز بھی ان کے بہت کام آئے۔ ان افراد نے کافی عرصہ سے اپنے پرمٹ سے شراب حاصل کر کے اکٹھی کر رکھی تھی جسے انہوں نے انتہائی مہنگے داموں فروخت کیا بلکہ بعض پرمٹ ہولڈرز نے تو آخری دن شام کو شراب فروخت کی تاکہ اس کے زیادہ پیسے وصول ہوں مختلف علاقوں میں رقص و سرود کی محفلوں میں نوجوانوں نے "ڈیک" پر پوری آواز میں انگریزی گانے اور میوزک لگا رکھا تھا جس کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی بلند آواز میں گاتے۔

یہ سلسلہ رات بارہ بجے کے بعد تک جاری رہا لیکن بارہ بجے ان تقریبات کا سلسلہ عروج پر تھا اور وہاں سے "ہیپی نیو ایئر" کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دوسری طرف بازارِ حسن میں رات ایک جشن کا سماں تھا اور یہاں کی رقاصائیں ہر سال نئے اور قیمتی سوٹ پہن کر رات کو مقررہ وقت سے قبل ہی اپنے کوٹھوں پر بیٹھی تھیں۔ یہ رقاصائیں ہر سال نئے سال پر نئے کپڑے پہنتی ہیں جبکہ وہ کپڑوں اور سنگھار میں ایک دوسرے سے مقابلہ بھی کرتی ہیں۔ بازارِ حسن میں اس مرتبہ لوگوں کا ہجوم بھی غیر معمولی تھا۔ ایک اطلاع کے مطابق عام دنوں میں ایک کوٹھے پر رقص کرنے پر اوسطاً ایک سے دو ہزار روپے حاصل ہوتے ہیں جبکہ رات یہ تعداد بڑھ کر تین سے چار ہزار ہو گئی جبکہ بازار کی بعض رقاصائیں لوگوں کے گھروں میں رقص کی محفلوں میں بھی گئیں کیونکہ ان کے مطابق اس طرح انہیں دس سے پندرہ ہزار روپے کی آمدن ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ شہر کی شاہراؤں پر رات بیشتر گاڑیاں ایسی دیکھی گئیں جن میں موجود افراد شراب کے نشے میں دھت تھے یہ افراد ساری رات جشن مناتے رہے اور رات کے دوسرے پہر شاہراہ قائداعظم اور بعض دوسری شاہراہوں پر شراب کی خالی بوتلیں بھی ٹوٹی ہوئی نظر آئیں۔"

چنانچہ قرآن کریم نے اپنی بیشتر آیات میں اکثریت کا ایسا نقشہ کھینچا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمانِ کامل نہیں رکھتے، شکر گذار نہیں ہوتے بلکہ عقل سے بے بہرہ ہوتے ہیں۔

روحانی فلسفۂ حیات کا لُبِ لباب یہ ہے کہ زندگی کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول اور لقاءِ ربانی ہے اس میں انسان ایک مقتدر اور مدبر بالارادہ ہستی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اِس لئے ایسے انسانوں کے اوقات لہو و لعب میں ضائع نہیں ہوتے بلکہ ایسے پروگراموں کی تکمیل میں صَرف ہوتے ہیں جس سے خدا تعالیٰ کے قُرب کی راہیں کھلیں۔ ان کے اموال رقاصاؤں کو دادِ حسن دینے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ قرآن کریم کی

اشاعت اور دعوتِ الی اللہ کے حسین فرض کو پورا کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔ ان کے نفوس حسنِ مجازی پر مٹنے کے لئے نہیں ہوتے بلکہ حُسنِ ازلی میں فنا ہونے کے لئے ہردم مستعد ہوتے ہیں۔ ان کے خون کے قطرات شراب و موسیقی کے نشے سے مخمور نہیں ہوتے بلکہ لا الٰہ اِلّا اللہ محمدٌ رسول اللہ کے بادۂ عرفان سے معمور ہوتے ہیں۔ ان کارواں رواں اس بنیادی حقیقت کو اپنے اندر موجزن کرنے کے لئے مضطرب رہتا ہے۔ ان کے نزدیک محض زمانے کی اکائیاں کوئی حقیقت نہیں رکھتیں اگر فکر ہے تو یہ کہ ہر آنے والا وقت گذرے ہوئے وقت سے خیر و برکت کا موجب اور منزلِ مقصود کے قریب تر لے جانے والا ہو۔ ان کی کامیابی کا زینہ اپنے آقا و مولا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آیت وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ ہے یعنی زمانے کا ہر نیا دَور "خیر" کے وسیع معنوں کے لحاظ سے پہلے دَور سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔ مالی قربانیوں کا میدان ہو تو بھی وہ پہلے سے سبقت لے جائیں گے۔ وقت کی قربانیوں کا دَور ہو تو بھی وہ پہلے سے بڑھ کر قربانیوں کا مظاہرہ کریں گے۔ جانی قربانیوں کی جولانگاہ ہو تو وہ پہلے سے بڑھ کر فدائیت اور جاں نثاری کا اظہار کریں گے۔

چنانچہ جس طرح خدا تعالیٰ مندرجہ بالا تعیش کی نیرنگیوں کا مزہ آسمان پر اُٹھا رہا تھا وہاں قلیل من عبادی الشکور کے تحت ایک اقلیت کے جذبات کا لطف بھی ضرور محسوس کر رہا تھا کہ کس طرح جب انہیں اجتماعی طور پر دعاؤں اور انابت الی اللہ سے روک دیا گیا تو فرداً فرداً روحیں متضرعانہ اور مضطربانہ بیقرار ہو کر آستانۂ الوہیت پر گڑ گڑائیں۔ رات کو اپنے اشکوں کے ستاروں سے منوّر کیا رقت آمیز دعاؤں سے زندہ رکھا اور جذب و ابتہال کے چراغوں سے سحر کی۔ اسی طرح دن میں اسی کی خاطر کھانا پینا چھوڑ کر محبتِ الٰہی کے کیف سے ذرّے ذرّے کو مستی سے آشنا کیا تو ان چند بے بس افراد کے قیام اللیل اور صوم النّہار کا بھی وہ عرش پر حظ اُٹھا رہا تھا۔

اِس لئے جماعتِ احمدیہ کے لئے نئے سال کا آغاز مقصدیت کا پہلو اپنے اندر رکھتا ہے اور یہی وہ واحد جماعت ہے جو خدا تعالیٰ کے پیار کے نتیجہ میں اپنے آقائے مَدنی کی اتباع میں وللاٰخرۃ خیر لك من الاولیٰ کی نوید کا ہر آن مشاہدہ کر رہی ہے۔ پس اے افرادِ جماعت تم خوش بخت ہو کہ اپنے پیارے امام سے مبارکبادی کی سعادت حاصل کر رہے ہو۔ حضور فرماتے ہیں:۔

"مَیں ساری جماعتِ احمدیہ عالمگیر کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور تمام جماعتِ احمدیہ عالمگیر کی نمائندگی میں تمام بنی نوع انسان کو نئے سال کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اس یقین دہانی کے ساتھ کہ ہم ہر ممکن کوشش کریں گے کہ ہمارا فیض تم تک پہلے سے (باقی صفحہ پر)

خلاصہ خطبات حضرت امام جماعتِ احمدیہ

جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کو نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کے عالمی جہاد میں حصہ لینا چاہیئے

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ نومبر ۱۹۸۶ء بمقام لندن)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے سورۃ آلِ عمران کی اِن آیات کی تلاوت فرمائی:۔

کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝

فرمایا کہ دُنیا میں اِس وقت جتنے بھی ایسے مذاہب پائے جاتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ پر ایمان قدرِ مشترک ہے ان سب کے درمیان دعاوی کی ایک جنگ ہو رہی ہے۔ استدلال کی جنگ کے علاوہ ایک دعاوی کی جنگ بھی ہوتی ہے جس میں ہر فریق یہ اعلان کر رہا ہوتا ہے کہ مَیں دوسرے سے بہتر ہوں۔ اور بعض دفعہ مذہب کے اکھاڑے میں یہ آوازیں اتنی بلند ہو جاتی ہیں اور ایک ایسا ہنگامہ برپا ہو جاتا ہے کہ دلائل کی آواز اگر ہو بھی تو وہ ان بلند آوازوں میں دَب جاتی ہے اور دُنیا کے کانوں کو اس کے سوا کوئی اَور شور سُنائی نہیں دیتا کہ مَیں بہتر ہوں میری طرف آؤ۔

اِس مذہب کے اکھاڑے میں اسلام بھی اس باہمی جدال میں حصّہ لے رہا ہے اور اسلام کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ وہ بہتر ہے۔ اور سوال یہ ہے کہ اسلام کے اس دعویٰ اور دوسرے شور میں فرق کیا ہے۔ اِس کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے حضورِ انور نے آیتِ قرآنی کی روشنی میں بتایا کہ اِس آیتِ کریمہ میں چند ایسی شرطیں بیان ہیں جن پر غور کرنے سے سچّے اور جھوٹے میں اشتباہ کا کوئی احتمال

باقی نہیں رہتا۔

پہلی بات یہ بیان کی گئی ہے کہ تم اِس لئے بہتر نہیں ہو کہ دُنیا تمہارے سامنے سر جھکائے اور دُنیا تمہاری خدمت کرے بلکہ اِس لئے بہتر ہو کہ تم دُنیا کی خدمت کے لئے قائم کئے گئے ہو۔ اگر تم میں یہ بنیادی صفت موجود ہے اور یہ زندہ رہتی ہے۔ اور اگر یہ محض دعوٰی نہیں بلکہ عملاً تم بہبودِ انسان کے لئے وقف رہتے ہو تو پھر جان لو کہ تم میں بہتری کی ایک بنیادی شرط پوری ہوگئی۔

فرمایا: اِس آیت میں کیسی حیرت انگیز اور لطیف تعریف فرمائی جس نے بہتر ہونے کے دعاوی میں ایک ایسا مابہ الامتیاز پیدا کر دیا جسے ایک متکبّر اور جھوٹا آدمی اختیار کر ہی نہیں سکتا کہ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُمّت! تم اِس لئے بہتر ہو کہ تم دُنیا کی بھلائی کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ دوسری بات یہ بیان فرمائی کہ

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم نہ صرف خدمت کرتے ہو بلکہ بھلائی کی طرف بُلاتے ہو اور بُرائیوں سے روکتے ہو۔ تمہارا شعار یہ بن چکا ہے، تمہاری فطرتِ ثانیہ یہ بن چکی ہے۔

اِس میں قابلِ غور بات یہ ہے کہ یہاں مذاہب کی تفصیل کا کوئی ذکر نہیں بلکہ اُن بنیادی صفات کا ذکر ہے جو تمام بنی نوع انسان میں پائی جانی ضروری ہیں۔ چنانچہ معروف سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو قرآن کریم کے احکام ہیں ان کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو بلکہ معروف سے مراد یہ ہے کہ عام بنی نوع انسان کی نگاہ میں خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، کسی رنگ سے تعلق رکھتے ہوں، کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں، جو نیکیوں کا تصوّر خدا تعالیٰ نے فطرت میں رکھ دیا ہے، جو بھلائی کا خاکہ ان کی تعمیر کے اندر داخل کر دیا گیا ہے، ان کی تخلیق کے نقشے میں شامل ہے، اس کو معروف کہتے ہیں۔ فطرتِ انسانی میں سموئی ہوئی وہ خوبیاں جو بلا اختلافِ مذہب ہر انسان میں قدرِ مشترک ہیں وہ معروف کہلاتی ہیں۔ فرمایا: تم اِن نیکیوں کی طرف بُلاتے ہو۔

فرمایا: داعینِ الی اللہ کے لئے اس میں گہرا سبق ہے کہ اگر وہ سوسائٹی کو کسی اعلیٰ مقصد کی طرف اور کسی اعلیٰ پیغام کی طرف بُلانا چاہتے ہیں تو اس کا آغاز بنیادی انسانی قدروں سے ہونا چاہیئے۔

حضور نے یہ بھی بتایا کہ خیرِ اُمّت ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فطرتی نیکی سے مزیّن ہو لہٰذا جماعتِ احمدیہ کو یہ نیکی اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔

اِس کے بعد حضور نے آیتِ کریمہ کی ایک پُر معارف تفسیر بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس بنیادی تعلیم کے باوجود آپ کو دُکھ ضرور دیا جائے گا خصوصاً ایسے ممالک میں جہاں بعض طبیعتیں ٹیڑھی ہو چکی ہیں اور انہوں نے یہ تہیّہ کر لیا ہے کہ انہوں نے حق کی لازماً مخالفت کرنی ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ہماری خاطر یہ کام کر رہے ہو اِس لئے ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ وہ ہرگز تمہیں گہرا نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ تمہاری عظمت کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ تمہاری قوت کو وہ کسی قیمت پر بھی کم نہیں کر سکیں گے۔ اجتماعی طور پر خدا تعالیٰ نے جو حشمت عطا فرمائی ہے وہ اسی طرح قائم رہیگی بلکہ آگے بڑھتی رہے گی اور من حیث الجماعت تم زندہ رہو گے اور زندہ رکھے جاؤ گے اور بہتر زندگی اور اعلیٰ اقدار کی طرف تمہارا سفر جاری رہے گا تمہیں تمہارے مقاصد میں وہ ناکام نہیں کر سکیں گے اور تمہاری محنتوں کے پھل سے وہ تمہیں محروم نہیں کر سکیں گے۔

فرمایا: اِس لئے جماعتِ احمدیہ کے ہر فرد کو نہی عن المنکر اور امر بالمعروف کے عالمی جہاد میں حصّہ لینا چاہیئے جو خود ہماری بقاء اور ہماری نسلوں کے لئے ضروری ہے۔ ہمارے ایمان کی حفاظت کے لئے ضروری ہے۔ انسانی بقاء کے لئے بھی ضروری ہے۔ اور اس بات کا انتظار نہیں کرنا چاہیئے کہ دوسری سوسائٹی آپ کے پیغام کے دائرے میں داخل ہو جائے تو تب آپ اس کو نصیحت کریں کیونکہ جس تیزی کے ساتھ دُنیا فسق کی طرف بڑھ رہی ہے یہ ہلاک ہو جائے گی اسکے بچنے کا کوئی سوال نہیں رہے گا۔

فرمایا: اس کے علاوہ آپ کی دعوتِ ارشاد کی کامیابی کے لئے بھی ضروری ہے اس آغاز کے بغیر آپ حقیقت میں کامیاب داعی الی اللہ نہیں بن سکتے۔ جہاں تک مخالفتوں کا تعلق ہے دشمن اگر کہیں کہ آپ سے قرآن چھین لیں گے تو نہیں چھین سکیں گے یہ ناممکن ہے۔ یہ جتنی کوشش کریں گے خدا تعالیٰ اِس جماعت کو زیادہ موقع دے گا کہ وہ دُنیا کے کونے کونے میں قرآن اور قرآن کی تعلیم کو پھیلاتی چلی جائے۔ ہمیں اِن لوگوں سے کوئی خوف نہیں ہے۔ ہم خدا کے بندے ہیں اور خدا کے مومن بندے ہیں ہم ہلاکتوں سے زندگیاں نچوڑنا جانتے ہیں اِس لئے یہ جتنی ہلاکتیں ہمارے لئے تجویز کریں گے اتنی ہی زیادہ ہم زندگی کا رس ان ہلاکتوں سے نچوڑ لیں گے اور وہ رس ہمیں مزید زندہ کرتا چلا جائے گا۔

ماھنامہ انصار اللہ کی توسیع اشاعت میں بھرپور حصّہ لیجئے۔ (مینیجر ماہنامہ انصار اللہ)
